۴۱

جماعت احمدیہ کے سامنے تین اہم سوال

(۱) کیا حکومت نے ہماری شکایات دور کر دیں؟ کیا احرار کی سابقہ بدزبانیاں مٹ گئیں
(۲) اور آئندہ گندی گالیاں دینے سے باز آ گئے؟
(۳) جس مقصد کو لے کر ہم کھڑے ہوئے ہیں کیا وہ پورا ہو گیا؟

(فرمودہ ۸؍نومبر ۱۹۳۵ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ توبہ رکوع ۶ کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَّاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ لَوْ کَانَ عَرَضًا قَرِیْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْکَ وَلٰکِنْ بَعُدَتْ عَلَیْھِمُ الشُّقَّۃُ وَ سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَوِسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَکُمْ یُھْلِکُوْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ [1]

اس کے بعد فرمایا:۔

پیشتر اِس کے کہ میں آج کے خطبہ کا مضمون شروع کروں مَیں اِس بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ دو تین ماہ کے قریب ہوئے مَیں نے نیشنل لیگ کے ارکان کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اپنے ممبروں کا باقاعدہ نظام قائم کریں۔ انہیں تعداد میں بڑھائیں اور احمدیہ والنٹیئر کور بنائیں۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ جب نیشنل لیگ کے پانچ ہزار ممبر ہو جائیں گے تو انہیں وسیع طور پر کام کرنے کی اجازت دی جائے گی۔ اِس تعداد کو پورا ہوئے اگرچہ ایک ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے مگر انہیں اپنے کام کو ترتیب وار کرنے اور نقشے وغیرہ بنانے میں دیر ہوگئی۔ اب اِس ہفتہ میں مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ نیشنل لیگ کے پونے چھ ہزار ممبر بن چکے ہیں اور ابھی جماعت میں یہ تحریک جاری ہے۔

اُنیس سَو سے زیادہ والنٹیئرز بھی ہو چکے ہیں۔ اس لئے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اب نیشنل لیگ کو سلسلہ کے کاموں کے اُن حصوں کے متعلق جو سیاسیات سے تعلق رکھتے ہیں، کام کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ نیشنل لیگ نے پہلا کام یہ کیا ہے کہ چونکہ احرار نے میری طرف سے مباہلہ کی دعوت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر اور یہ دیکھ کر کہ حکومت کی طرف سے تو انہیں قادیان اور اس کے اِردگرد آٹھ آٹھ میل تک کانفرنس منعقد کرنے کی اجازت نہیں چاہا ہے کہ اب مباہلہ کے نام سے ہی قادیان میں اپنا اجتماع کریں۔ اور مباہلہ کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹال کر قادیان میں اپنی کانفرنس منعقد کریں اور اِس طرح انہوں نے گورنمنٹ کو اور ہم کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ نیشنل لیگ کی طرف سے تمام جماعتوں کو اطلاع بھجوائی گئی ہے کہ اگر کسی وقت احرار کی طرف سے قادیان میں کانفرنس یا اجتماع ہو تو اُس وقت جماعت کے ہر فرد کو چاہئے کہ وہ سلسلہ کے وقار کے تحفظ اور شعائر اللہ کی حفاظت کے لئے قادیان پہنچ جائے۔ میرے نزدیک انہیں یہ بھی چاہئے کہ وہ اس عرصہ میں اپنے والنٹیئروں کو کام کرنے کی ترکیب سکھائیں اور اُنہیں ایک نظام کے ماتحت کام کرنے کی عادت ڈالیں جس عادت کا پیدا کرنا جماعت کے ہر فرد میں نہایت ضروری ہے۔

احرار کی نیتیں سلسلہ کے متعلق جو کچھ ہیں وہ تو ظاہر ہی ہیں۔ اِن کا اگر بس چلے تو وہ بھی کبھی بھی شرارت اور فساد سے باز نہ رہیں۔ اِس لئے ان کے مقابلہ کے لئے جماعت جتنی بھی تیاری کرے وہ جائز اور درست ہے گو مؤمن کو خدا تعالیٰ نے اتنی عظیم الشان طاقت دی ہوتی ہے کہ اگر وہ اس سے صحیح طور پر کام لے تو اس کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی۔ مگر اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے تیاری کی اور ضرورت ہوتی ہے اخلاص اور جاں نثاری کی۔ ہم تعداد میں بے شک تھوڑے ہیں لیکن اگر ہم مل کر متحدہ طور پر کام کریں اور صحیح ذرائع سے کام لیں تو جو ایمانی قوت خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو دی ہے وہ اتنی زبردست ہے کہ اس سے وہ بہت بڑی بڑی جماعتوں کا آسانی سے مقابلہ کر سکتی اور ان کے شرور سے محفوظ رہ سکتی۔ مؤمن ڈرتا نہیں لیکن وہ محتاط ضرور ہوتا ہے۔ اور گو حکومت نے یہ احرار کو نوٹس دیا ہوا ہے کہ اسے قادیان اور اس کے اِردگرد آٹھ آٹھ میل کے حلقہ میں اجتماع کرنے کی اجازت نہیں مگر چونکہ اب مباہلہ کو احرار نے اجتماع کا بہانہ بنا لیا ہے نہ وہ اپنے آدمیوں کی فہرست دیتے ہیں نہ شرائط طے کر کے ان پر دستخط کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے رویہ سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کا مقصد و مدعا یہ ہے کہ وہ قادیان آ جائیں اور شرائط کی آڑ میں مباہلہ ٹال کر اپنی کانفرنس شروع کر دیں۔ ورنہ وجہ کیا ہے کہ جب وہ شرائط سب کی سب ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان شرائط کو ضبطِ تحریر میں لا کر ان پر دستخط نہیں کرتے۔ جس بات کو ماننے کی انسان نیت کرے اس کے متعلق ایک کاغذ پر دستخط کرنے میں اسے کونسی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ ہم مباہلہ کے لئے تیار ہیں اور دوسری طرف نہ شرائط طے کرتے ہیں اور نہ دعائے مباہلہ کے الفاظ کی تعیین کرتے ہیں اور نہ دستخط کرنے کے لئے تیار ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہے جاتے ہیں کہ ہم نے شرائط سب مان لی ہیں۔ لطیفہ یہ ہے کہ میں نے مباہلہ کے لئے ایک شرط یہ مقرر کی تھی کہ طرفین کی طرف سے پانچ سَو یا ہزار آدمی شامل ہوں میری اِس دعوتِ مباہلہ پر انہوں نے جھٹ یہ اعلان کر دیا کہ ہم نے ساری شرطیں مان لی ہیں مگر اب جبکہ مَیں نے دوبارہ لکھا ہے کہ اِس مبہم جواب کا کیا مطلب ہے؟ آیا پانچ سَو آدمی مباہلہ کے لئے لائے جائیں گے یا ایک ہزار؟ تو اس کے جواب میں مسٹر مظہر علی صاحب لکھتے ہیں کہ پانچ سَو یا ہزار آدمی لانے کی شرط مرزا صاحب نے اپنی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے لیکن جب انہوں نے اس سے پہلے یہ اعلان کیا تھا کہ مجھے

سب شرطیں منظور ہیں تو اُس وقت بھی تو وہ شرطیں میری طرف سے ہی تھیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو نہ تھیں پھر جب اُنہوں نے اُس وقت مان لیا تھا کہ سب شرائط منظور ہیں تو اب یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ یہ اپنے پاس سے شرط لگائی گئی ہے ہم اس کے پابند نہیں۔ غرض اپنے متعلق تو اس طرح انکار کر دیا اور میرے متعلق لکھ دیا کہ آپ چاہے پانچ سَو لائیں یا ہزار ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ غرض اس شرط کو نہ اپنے لئے رہنے دیا نہ ہمارے لئے۔ پھر مانا کیا خاک۔ میری طرف سے تو یہ شرط تھی کہ پانچ سَو یا ہزار آدمی مباہلہ میں شریک ہو۔ پھر جب ہمارے متعلق یہ کہہ دیا گیا کہ جتنے آدمی مرضی ہو لائیں، چاہے تھوڑے لائیں یا بہت اور اپنے متعلق لکھ دیا کہ یہ شرط خود مرزا صاحب نے لگائی ہے ہم اس کے پابند نہیں تو شرائط ماننے کا مطلب ہی کیا رہا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غرض مباہلہ کرنا نہیں بلکہ مباہلہ کے بہانہ سے فتنہ وفساد ہے ورنہ بھلا شرائط کو تحریر میں لاکر ان پر دستخط کرنے میں کونسا حرج لازم آتا ہے کہ وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ اگر شرائط تحریر میں آئی ہوئی ہوں تو انہیں کسی بھلے مانس کے سامنے پیش کیا جاسکتا ہے اور بتایا جاسکتا ہے کہ کس نے خلاف ورزی کی۔ مگر ان کا تو یہ مقصد ہی نہیں کہ شرائط کی پابندی کرتے ہوئے مباہلہ کریں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ یہاں آئیں اور جب شرائط کا تصفیہ نہ ہونے کی وجہ سے مباہلہ نہ ہو تو پھر شور مچادیں کہ ہم قادیان گئے مگر ہم سے مباہلہ نہ کیا گیا اور اس طرح اپنے اجتماع سے فائدہ اُٹھا کر قادیان میں کانفرنس بھی منعقد کر لیں۔ چنانچہ قادیان کے گردونواح میں ان کا ایک اشتہار تقسیم ہوتا پکڑا گیا ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ قادیان میں احرار کانفرنس ہونے والی ہے۔ یہ اشتہار ہم نے حکومت کو بھی بھجوادیا ہے اور ہمارے پاس بھی اس کی کاپیاں موجود ہیں۔ پس چونکہ احرار کانفرنس کرنا چاہتے ہیں نہ کہ مباہلہ جب تک وہ ہمیں یہ تحریر نہ دیں کہ قادیان میں صرف مباہلہ ہوگا اور کوئی مجلس ان ایام میں یا پہلے یا بعد میں منعقد نہ ہوگی، اُس وقت تک ہم قادیان میں مباہلہ نہیں کریں گے بلکہ لاہور یا گورداسپور میں کریں گے۔ وہاں جس قدر چاہیں کانفرنسیں ساتھ کرلیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ مگر وہاں بھی انہی شرائط کے ماتحت مباہلہ ہوگا جنہیں مَیں نے پیش کیا ہے اور جنہیں وہ منظور کر چکے ہیں۔ اگر وہ پانچ سَو یا ہزار سے زیادہ آدمی اپنے ساتھ لانا چاہتے ہوں تو بے شک وہ گلیوں میں کھڑے رہیں، چھتوں پر بیٹھے رہیں مگر میدانِ مباہلہ میں نہیں آئیں گے۔ ہم اِس امر کو نہیں بھلا سکتے کہ گورنمنٹ نے یہ دیکھتے ہوئے

کہ کسی کا یہ حق نہیں کہ وہ ایک دوسری جگہ جا کر شورش اور فتنہ انگیزی کرے۔ احرار کو قادیان اور اُس کے اِردگرد آٹھ آٹھ میل کے حلقہ میں کانفرنس منعقد کرنے سے روکا ہؤا ہے اور جب گورنمنٹ نے انہیں روکا ہؤا ہے تو ہم اس کے ایک اچھے فعل کو اپنے کسی فعل سے خراب کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن جیسا کہ احرار کی عادت ہے وہ یہی کوشش کریں گے کہ مباہلہ کا نام لیتے جائیں اور اس بہانہ سے قادیان آ کر شورش اور فساد کریں۔ اس لئے نیشنل لیگ نے جو اعلان کیا ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ تمام احمدیوں کو چاہئے کہ اگر انہیں معلوم ہو کہ قادیان میں احرار کا اِس قسم کا کوئی اجتماع یا جلسہ ہونے والا ہے تو وہ اپنے تمام کام کاج چھوڑ کر قادیان پہنچ جائیں۔

گزشتہ سال جب یہاں احرار کانفرنس ہوئی تو گورنمنٹ کے مقامی افسروں نے ہم سے یہ وعدہ لیا کہ ان کے جلسہ میں ہم میں سے کوئی نہیں جائے گا اور اس وعدہ کے مطابق احمدی وہاں نہ گئے۔ لیکن بعد میں جب احرار نے یہ شور مچایا کہ احمدی بھاگ گئے اور مقابل پر نہ آئے اور حکومت کو توجہ دلائی گئی تو وہی حکومت جس نے شہید گنج کے بارہ میں چوہدری افضل حق صاحب پر الزام لگنے پر فوراً اس کی تردید کی تھی ہم پر جو الزام لگایا گیا اِس کی تردید نہ کی۔ بلکہ ایک افسر نے کہا کہ ہم نے تو ہرگز نہیں روکا تھا۔ پس اِس دفعہ اگر احرار قادیان میں کانفرنس کرنے میں کامیاب ہوں تو کارکنان سلسلہ کو، احمدیہ جماعت کو ان کی کانفرنس میں شامل ہونے سے نہیں روکنا چاہئے۔ اگر افسر خواہش کریں تو ان سے تحریر لے لینی چاہئے اور اگر احرار جلسہ میں احمدی جماعت کو چیلنج دیں تو اس چیلنج کو ضرور قبول کر لینا چاہئے۔ اگر احراری چاہیں کہ ان کی تقریروں میں کوئی نہ بولے تو وہ چیلنج دینے سے احتراز کریں۔

غرض جب تک حکومت تحریراً نہ روکے اُس وقت تک رُکنے کی کوئی وجہ نہیں۔ آخر ہمارے جلسوں میں بھی تو سینکڑوں غیر احمدی آتے ہیں۔ ہم ان سے خاطر مدارات سے پیش آتے ہیں اور وہ بھی خوش خُلقی سے ہمارے ساتھ ملتے ہیں۔ اسی طرح اگر احرار اچھا نمونہ دکھائیں گے تو ان سے ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ حکومت کا حکم توڑیں اور حکومت ان کو کچھ نہ کہے اور پھر وہ ہماری مقدس ہستیوں کو گالیاں دیں اور ہمیں چیلنج بھی دیں تو اس چیلنج کی موجودگی میں ہمارے آدمیوں کو بولنے کا پورا حق ہوگا۔ بہر حال چونکہ معلوم نہیں کہ گورنمنٹ کا رویہ اس بارے میں کیا ہوگا اس لئے ہماری جماعت کے آدمیوں کو یہاں آنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ ہاں اگر گورنمنٹ اپنے اوپر ذمہ داری

لے لے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہماری جماعت ہزاروں روپیہ خرچ کر کے آئے۔ اگر ہماری جماعت کے احباب قریب قریب سے پہنچیں تب بھی ہزاروں روپے خرچ آ سکتا ہے اور اگر دور دور سے لوگ آئیں تو لاکھوں روپیہ تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔ پھر ان کی مہمان نوازی اور خاطر و تواضع پر بھی بہت کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔ پس اگر گورنمنٹ کی طرف سے اس فتنہ کے انسداد کا کوئی انتظام ہو جائے تو بہتر۔ لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی انتظام نہ ہو تو پھر میں بھی نیشنل لیگ کے اس اعلان کی تصدیق کرتا ہوں کہ اس موقع پر تمام احمدیوں کو چاہئے کہ وہ اپنے کام کا حرج کر کے بھی قادیان پہنچ جائیں۔ لیکن گورنمنٹ اگر کانفرنس کے روکنے کا اعلان کر دے اور اپنے فیصلہ کو پورا کرنے کی ذمہ واری لے تو اس صورت میں ہماری جماعت کے افراد کا یہاں آنا فضول ہوگا۔ ہمیں اس صورت میں گورنمنٹ پر اعتماد کرنا چاہئے اور امید رکھنی چاہئے کہ وہ ایک ذمہ واری لینے کے بعد ہمیں مزید اُلجھنوں میں مبتلاء نہیں کرے گی۔

اب میں اصل خطبہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میں نے پچھلے جمعہ میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ گو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے احرار کی سرزنش کا سامان کر دیا اور انہیں بہت کچھ پریشانی میں ڈال دیا ہے لیکن ان کا فتنہ ابھی مرا نہیں ایسے فتنے دوبارہ بھی اُٹھ سکتے ہیں۔ اسی طرح حکومت کو بھی ایک سبق مل گیا ہے اور اس نے بھی ان ایام میں دیکھ لیا ہے کہ احرار کی پیٹھ ٹھونک کر اُس نے کیا حاصل کیا۔ چنانچہ ان ایام میں احرار نے گورنمنٹ کو خوب گالیاں دی ہیں اور جتنا زیادہ اس نے احرار کو اپنے سر چڑھایا تھا، اُسی قدر جلدی انہوں نے احسان فراموشی کی ہے۔ اِدھر احرار کی خاطر گورنمنٹ احمدیوں سے لڑی اُدھر شہید گنج کے معاملہ میں جب احرار کے خلاف ایک اخبار میں چند مسلمانوں نے بیان شائع کرایا تو اس کے پریس کو تنبیہہ کی گئی۔ اِسی طرح کی ایک تنبیہہ ایک اور پریس کو بھی مجلسِ احرار کے خلاف پوسٹر شائع کرنے کی وجہ سے کی گئی اور خود گورنمنٹ نے ان تمام باتوں کو تسلیم کیا ہے۔ اس کے مقابل پر احرار نے کیا کیا؟ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کی عزت جاتی رہی اور ان کا وقار ضائع ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے صدر کو کھڑا کر دیا اور اُس کے منہ سے گورنمنٹ کو خوب گالیاں دلوائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر گورنمنٹ نے احرار سے زیادہ شرافت دکھائی۔ اس نے سمجھا کہ گو احرار نے بے وفائی کی ہے مگر مجھے اتنی جلدی حقِّ دوستی ضائع نہیں کرنا چاہئے چنانچہ باوجود اس

کے کہ احرار اپنے صدر کی تقریر کے بعد ساری رات جاگتے رہے اور پولیس کا انتظار کرتے رہے پولیس انہیں گرفتار کرنے کے لئے نہ آئی ۔ بہرحال گورنمنٹ کو یہ معلوم ہو گیا کہ احمدی جماعت تو اپنے اصول پر قائم رہنے والی ہے لیکن احرار نہیں ۔ نہ انکی مخالفت اصول کی بناء پر ہے نہ دوستی ۔ جن چیزوں کی وجہ سے احرار اب ڈر گئے ہیں وہ بھلا چیز ہی کیا ہیں ۔ ہم نے اس سے بہت زیادہ خطرات دیکھے اور کانگریس موومنٹ کے مقابلہ کے وقت ، پھر خلافت کے زمانہ میں ، پھر بائیکاٹ کی تحریک ، اور پھر عدمِ تعاون کی تحریک کے وقت ہمارے آدمیوں کو مارا گیا ، پیٹا گیا ، سزائیں دی گئیں ، وطن سے بے وطن کیا گیا ، غرض سب کچھ کہا گیا ، مگر ہمارے آدمیوں نے اپنا قدم پیچھے نہ ہٹایا بلکہ اپنے اصول پر قائم رہے ۔ لیکن احرار ہیں کہ ایک ہی دھمکی سے ان کا خون خشک ہو گیا ۔ انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ ہمارے مخالف ہو گئے ہیں تو کہہ دیا یہ شیطانی حکومت ہے ، بُرے افسر ہیں مسلمانوں کا انہیں کوئی خیال نہیں اور اس قسم کی تقریر کر کے پولیس کا انتظار کرنے بیٹھ گئے ۔ گویا یہ ایک قسم کا ناٹک تھا جو کھیلا گیا غرض اللہ تعالیٰ نے گورنمنٹ کو بھی سبق دے دیا ہے اور احرار کو بھی سبق دے دیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا جس غرض کے لئے ہماری تشویش تھی وہ پوری ہو گئی ۔ تین باتیں ہیں جنہیں ہمیں مدنظر رکھنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ کیا وہ ہمیں حاصل ہو گئیں ۔

اوّل یہ کہ باوجود ان نئے حالات کے پیدا ہو جانے کے کیا ہماری جماعت کی حقیقی شکایت دور ہو گئی ۔

دوسرے یہ کہ کیا ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ اب دوبارہ شورش نہ ہو اور اگر ایک دفعہ سکون ہے تو کیا یہ سکون مستقل ہے یا آئندہ بھی اس فتنہ کے پھوٹنے کا اندیشہ ہے ۔

تیسرے یہ کہ کیا جماعت کا مقصد و مدعا پورا ہو گیا ۔

یہ تین سوال ہیں جن کا جواب اگر ہمیں اپنی منشاء کے مطابق مل جائے تو ہمیں تسلیم کر لینا چاہئے کہ اب ہمیں مقابلہ کے لئے مزید تیاری کی ضرورت نہیں ۔ لیکن اگر ان تینوں سوالوں کا جواب نفی میں ہو تو حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں پچھلے سال ہمارا قدم تھا ہم اس وقت بھی وہیں ٹھہرے ہیں اور اس سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکے ۔

پہلی بات یہ ہے کہ کیا ہماری جماعت کی شکایتیں دور ہو گئیں ؟ اس کے دو حصے ہیں ایک حصہ

حکومت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ایک حصہ احرار کے ساتھ ۔حکومت کے ساتھ جس حصہ کا تعلق ہے اس کی میں زیادہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا تھا کہ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو اس بات کا احساس ہؤا ہے کہ اس کے بعض افسروں سے غلطیاں ہوئیں ۔اس لئے میں اس بات کو طول دینا نہیں چاہتا لیکن اختصار کے ساتھ یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ یہ احساس اس حد تک نہیں کہ ہماری مشکلات اس سے دور ہو سکیں ۔مثال کے طور پر میں ایک واقعہ بیان کرتا ہوں ۔گزشتہ ایام میں جب نیشنل لیگ کا ایک جلسہ یہاں ہؤا تو افسرانِ بالا کو یہ جھوٹی رپورٹ کی گئی کہ ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کو اِس جلسہ میں حرامزادہ کہا گیا ہے ۔ یہ بالکل جھوٹ اور افترا تھا حتّٰی کہ رپورٹ کرنے والے ایک پولیس کے آدمی سے جب ہمارے ایک دوست نے علیحدگی میں دریافت کیا کہ تم خدا کو حاضر ناظر جان کر بتاؤ کہ کیا واقعی ڈپٹی کمشنر کو حرام زادہ کہا گیا تھا؟ تو اس نے کہا کہ نہیں ۔ پھر اُس نے پوچھا کہ پھر آپ لوگوں نے ایسی رپورٹ کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ سیاسی باتیں ہیں میں اس کے متعلق کچھ بتا نہیں سکتا۔ گورنمنٹ چونکہ اپنے ماتحتوں پر اعتبار کرتی ہے اور جیسا کہ میں نے بتایا تھا وہ ایک حد تک اس میں معذور بھی ہے کیونکہ بڑے افسروں کو چھوٹے افسروں پر اعتماد کرنا ہی پڑتا ہے اِس لئے اِس بات کے ساتھ بعض دوسری باتوں کو ملا کر گورنمنٹ نے ایک خفیہ سرکلر جاری کیا جو تقریباً تمام ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کے نام بھیجا گیا کہ جماعت احمدیہ کی حالت گورنمنٹ کی نگاہ میں مشتبہ ہے اس لئے اس کے افراد کا خیال رکھنا چاہئے ۔ یہ تمام سرکلر تمام ضلعوں کے ڈپٹی کمشنروں کو یا اکثر اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں کو بھیجا گیا کیونکہ متفرق جگہوں سے اس سرکلر کی تصدیق ہوئی ہے ۔ میں نام نہیں لے سکتا لیکن ایک جگہ سے تو اس سرکلر کے الفاظ تک ہمیں معلوم ہو گئے تھے اب اگر گورنمنٹ کے بعض افسروں کے خیال میں تبدیلی بھی ہوگئی ہے تو چونکہ حکومت کی طرف سے ایک سرکلر جاری ہو چکا ہے اس لئے بِالعموم افسر اس سرکلر کا خیال رکھیں گے اور ملازمتوں اور ٹھیکوں وغیرہ میں ہماری جماعت کے افراد کے حقوق کو پامال کیا جائیگا ۔ چنانچہ بعض جگہ ایسا بھی ہؤا کہ بعض احمدی جو اچھے قابل تھے ان کے حقوق کو افسرانِ بالا کی طرف سے نظر انداز کر دیا گیا جو پہلے حالات کے لحاظ سے ناممکن تھا۔ پس جب تک ایسا سرکلر قائم ہے اُس وقت تک بعض افسروں کے خیالات کی تبدیلی ہماری جماعت کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے ۔اس سرکلر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب ہماری جماعت کے نوجوان جو لیاقت اور قابلیت کے لحاظ سے ہر

طرح اہل ہونگے کسی ملازمت کے لئے پیش ہونگے یا تاجر ٹھیکوں کے لئے جائینگے تو سرکاری افسر اِس سرکلر کے اثر سے ان کے حقوق کو نظر انداز کر دیں گے۔ یا اگر کسی جگہ احمدیوں کو مخالفینِ سلسلہ کی طرف سے تکلیف پہنچی اور وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کے پاس شکایت لے کر گئے تو وہ اپنے دل میں کہے گا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کی نظر میں مشتبہہ ہیں انہیں اور زیادہ ذلیل ہونے دو۔ بے شک ہم اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہمیں دُکھ دیا جائے مگر اِس سرکلر کی موجودگی میں ہم اس امر کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ حکومت کے ساتھ ہمارے تعلقات درست ہو چکے ہیں۔ بعض افسر اس سرکلر کا انکار کرتے ہیں لیکن ہم ان پر یہ نیک ظن کر سکتے ہیں کہ ان کو اس کا علم نہیں۔ لیکن ہم یہ نہیں مان سکتے کہ ایسا کوئی سرکلر تھا بھی نہیں۔ کیونکہ بعض افسروں نے خود اِس کا ذکر بعض احمدیوں سے کیا ہے اور اُس کے الفاظ تک بتائے ہیں اور یہ علم انگریز افسروں کی زبانی بھی ہمیں حاصل ہؤا ہے۔

مجھے اس انکار پر ایک اور واقعہ یاد آتا ہے۔ ایک دفعہ اسمبلی میں ایک سوال پیش ہؤا۔ وائسرائے نے ایک خط ہوم ممبر کی طرف سے لکھا تھا یا ہوم ممبر نے کوئی خط وائسرائے کو لکھا تھا مجھے صحیح طور پر یاد نہیں پنڈت مدن موہن مالویہ نے سوال کر دیا کہ کیا ایسی کوئی بات ہوئی ہے۔ اس پر جھٹ گورنمنٹ کے ایک ذمہ دار افسر نے کہہ دیا کہ یہ بالکل غلط ہے، ایسا کوئی خط نہیں لکھا گیا۔ انہوں نے آگے سے اس خط کا مضمون اور تفصیلات سنا دیں۔ تب تو وہ افسر صاحب بہت ہی گھبرائے اور کہنے لگے یہ تو ایک پرائیویٹ خط تھا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے کہا پرائیویٹ تھا یا غیر پرائیویٹ۔ سوال تو یہ تھا کہ کیا ایسا کوئی خط لکھا گیا یا نہیں؟ تو ہمیں کئی اضلاع سے یقینی طور پر معلوم ہؤا کہ ایسا سرکلر حکومت نے جاری کیا بلکہ ایک جگہ پولیس کا ایک ہیڈ کانسٹیبل مجلس شوریٰ کے موقع پر ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں میں گیا۔ اس نے وہاں کے احمدیوں سے اقرار لیا کہ وہ مجلسِ شوریٰ پر بغیر پولیس کو اطلاع کئے نہیں جائیں گے۔ جب انہوں نے اِس بات کی ہمیں اطلاع دی اور ہماری طرف سے مقامی کارکنان کو اِس کی تحقیق کی ہدایت کی گئی تو اُنہیں پولیس کے افسروں نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے ایک خفیہ چٹھی آئی تھی کہ اس امر کی نگرانی رکھی جائے مگر پولیس کا ایک چھوٹا افسر اسے سمجھا نہیں اور اُس نے بجائے مخفی خیال رکھنے کے جا کر احمدیوں سے ذکر کر دیا۔ اب آپ اِس پر زیادہ شور نہ کریں کہ ہماری بدنامی ہوتی ہے۔ اب ان تمام امور کے بعد سرکلر کے

انکار کا موقع ہی کیا رہتا ہے۔ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کوئی ناتجربہ کار چور تھا اُس نے کہیں چوری کی۔ جب پولیس والے تفتیش کے لئے آئے تو وہ بھی ساتھ ہو گیا تا اُس کی چوری پر پردہ پڑا رہے۔ جب پولیس والے تفتیش کرنے لگے تو یہ اُنہیں کھوج بتاتا گیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ چور پہلے اِس طرف سے آیا پھر یوں مکان میں داخل ہوا۔ پولیس والے چونکہ ہوشیار ہوتے ہیں، روزانہ کام کرنے کی وجہ سے انہیں تجربہ ہو جاتا ہے وہ سمجھ گئے کہ یہ کھوج نہیں بتا رہا بلکہ چوری کا واقعہ بتا رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اُسے شہہ دینی شروع کی۔ وہ خوش ہو کر اور زیادہ باتیں بتاتا گیا آخر کہنے لگا دیکھیں! مکان کے اندر یہ جو نشان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چوروں نے اسباب کی پہلے گٹھڑی باندھی، پھر یہاں اپنے ایک ساتھی کے سر پر گٹھڑی رکھ دی۔ جب وہ شخص آگے چلا تو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو ٹھوکر لگی اور پھر گٹھڑی اندر اور میں باہر۔ اب جبکہ گورنمنٹ کے مختلف دفاتر سے اور پھر پولیس کی ایک چوکی کے عارضی انچارج سے مَیں والی بات نکل جاتی ہے تو اِس سرکلر پر پردہ کس طرح پڑ سکتا ہے اور پھر یہ اس ایک ضلع کی بات نہیں بلکہ دو ضلعے اور ہیں جہاں سے یقینی طور پر یہ اطلاع پہنچی ہے۔ آخر وجہ بتائی جائے کہ لاہور سے کوئی سرکلر جاری نہیں ہوا جھگڑا گورداسپور میں ہے اور راولپنڈی کا ایک ہیڈ کانسٹیبل دُور دراز کے ایک گاؤں میں جاتا اور احمدیوں سے اقرار لیتا ہے کہ تم مجلسِ شوریٰ کے موقع پر بغیر پولیس میں اطلاع کرنے کے قادیان نہیں جاؤ گے اور جب پولیس والوں کو پکڑا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں اس معاملہ کو دبا دیں۔ اس ہیڈ کانسٹیبل نے شراب پی ہوئی تھی جس کے نشہ میں اُس نے بات کہہ دی ورنہ ہمیں تو مخفی حکم تھا۔ غرض ان باتوں کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح مان سکتے ہیں کہ ایسا سرکلر جاری نہیں ہوا۔ جب سرکلر جاری ہے تو پھر جو نقصان اس کی وجہ سے ہماری جماعت کو پہنچے گا اس کا ذمہ دار کون ہوگا۔ یقیناً اگر مَیں اِس کے ازالہ کی فکر نہ کروں تو اللہ تعالیٰ کے سامنے میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ پس ان حالات میں مَیں کس طرح فرض کر سکتا ہوں کہ حکومت کے ساتھ ہمارا معاملہ صاف ہو گیا ہے پس جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ گورنمنٹ نے ہماری جماعت کے خلاف جو سرکلر جاری کیا تھا اُسے اُس نے منسوخ کر دیا ہے اور جب تک اِن نقصانات کی تلافی نہ ہو جائے جو ایسے سرکلر کا لازمی نتیجہ ہیں اُس وقت تک کیسے ممکن ہے کہ ہم بعض افسروں کے تبدیل شدہ رویہ سے ہی خوش ہو جائیں اور یقین کر لیں کہ حکومت کا رویہ ہمارے متعلق درست ہو گیا۔ ہم حکومت سے کبھی لڑنے کیلئے تیار نہیں

ہوئے اور نہ آئندہ حتّی المقدور ہونگے ۔ بلکہ ہماری مثال اس شخص کی سی ہے جو دریا میں بہتے ہوئے ایک کمبل کو پکڑنے گیا اور جب اُس پر ہاتھ ڈالا تو وہ ریچھ تھا جس نے اُسے پکڑ لیا۔ جب دیر زیادہ ہو گئی تو لوگوں نے اُسے کہا کمبل کو چھوڑ دو اور باہر آ ؤ۔ وہ کہنے لگا میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ ہم بھی اِس قضیہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں، ہم بھی ابھی چاہتے ہیں کہ یہ جھگڑا ختم ہو مگر حکومت بھی تو جھگڑا ختم کرے ۔ یا پھر وہ ثابت کر دے کہ ہم نے کبھی قانون شکنی کی یا بغاوت کی یا جھگڑے میں اس سے ابتدا کی مگر وہ ثابت نہیں کرسکتی ۔ اس کے مقابلہ میں یہ حقیقت ہے کہ بغیر اس کے کہ ہماری طرف سے کوئی ابتداء ہوئی ہو حکام ہم سے اُلجھ گئے ۔ پھر اس معاملہ کو لمبا کیا گیا، پھر اس میں مبالغہ کیا گیا، پھر غلط رپورٹیں پہنچائی گئیں ، پھر ہمارے خلاف سرکلر جاری کیا گیا اور ہمارے خلاف فضاء یہاں تک خراب کی گئی کہ حکومت ہند کے ایک افسر نے ہمارے ایک دوست سے کہا کہ پہلے تو میں آپ کی جماعت کا دوست تھا مگر اب حکومت پنجاب کے بعض افسروں سے گپ شپ کے دوران میں آپ کی جماعت کی ایسی عجیب وغریب باتیں معلوم ہوئی ہیں جن کے ماتحت میں نہیں کہہ سکتا کہ میری دوستی آپ کی جماعت سے آئندہ قائم رہے یا نہ رہے ۔ اسی طرح اب تک ان افسروں کو کچھ بھی نہیں کہا گیا جنہوں نے بِلا وجہ جماعت سے دشمنی کی اور اس کے وقار کو صدمہ پہنچانے کی ناواجب کوشش کی ۔ اگر ہم ان کے افعال کے متعلق خاموش ہو جائیں اور اگر حکومت ان کو سرزنش نہ کرے تو کل کو وہی افسر یا دوسرے افسر پھر جماعت کے خلاف ایسی ہی کارروائیاں کر سکتے ہیں ۔ ان امور کی تکرار کو صرف جُرم کرنے والے افسروں کی سزا ہی روک سکتی ہے جب تک ایسے لوگوں کو سزا نہ دی جائے ہماری جماعت کا مستقبل اِس جہت سے محفوظ نہیں ہوسکتا۔ پس باوجود خدا تعالیٰ پر توکل رکھنے کے ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ظاہری حالات کو بھی جہاں تک ہو سکے درست رکھنے کی کوشش کریں تو ہم مجبور ہیں کہ حکومت کے رویہ سے اُس وقت تک مطمئن نہ ہوں جب تک عملاً حالات کی درستی کی طرف قدم نہ اُٹھایا جائے ۔ گورنمنٹ کے متعلق میں اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں اگر کسی قوم کی پچاس سالہ خدمات کی کوئی عزت اُس کے دل میں ہے، اگر کسی قوم کی پچاس سالہ خدمات کی کوئی وُقعت اُس کے دل میں ہے تو آج اخلاقی طور پر اسے اپنی کوتاہیوں کا ازالہ کرنا چاہئے ۔ اخلاق نہ صرف افراد کے لئے ضروری ہیں بلکہ حکومت اور اس کے افسروں کے لئے بھی ضروری ہیں اور اسے چاہئے کہ ان افسروں

کو سزا دے جنہوں نے بِلا وجہ جماعت احمدیہ کو دُکھ دیا اور اس کی تحقیر کی لیکن اگر وہ اس بات کے لئے تیار نہیں تو جماعت احمدیہ کا کوئی فرد اُس وقت تک جب تک کہ ایمان کا ایک ذرہ اُس کے دل میں موجود ہے، ذلّت کے ساتھ حکومت کے آگے اپنی گردن نہیں جُھکا سکتا اور نہیں جھکائے گا۔

اس کے بعد میں احرار کا سوال لیتا ہوں احرار نے جو کچھ کیا اس کے خلاف ہمیں کیا غصہ تھا؟ یہی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیتے اور سلسلہ کی ہتک کرتے تھے ورنہ احرار دوسرے مسلمانوں کی طرح ہی ہیں جن سے ہم ملتے جلتے رہتے ہیں۔ اور ان سے ہماری کیا عداوت ہوسکتی تھی آخر یہی احرار ہیں جن میں سے ایک لیڈر نے سر ملکام کے زمانے میں مجھے کہا کہ ہماری سفارش کر دیں۔ کیونکہ وہ مولوی داؤد غزنوی اور دوسرے ممبروں کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے سر ملکام سے ذکر کر دیا اور نہ معلوم میرے کہنے سے یا حکومت کی اپنی مصلحتوں سے یہ لوگ پکڑے نہ گئے۔ تو ہم ہمیشہ ہر ایک کے کام آتے رہے ہیں اور کبھی بھی ہم نے مسلمانوں سے اُلجھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اگر کبھی انہوں نے ہمارے راستہ میں اُلجھاؤ ڈالا تو ہم نے اُسے سلجھانے کی کوشش کی لیکن جب ایک قوم اپنے صحیح راستہ کو ترک کر دیتی ہے اور بِلا وجہ اور بغیر کسی قصور کے دوسرے فریق پر حملہ کر دیتی ہے تو پھر مؤمن بے غیرت نہیں ہوتا بلکہ انتہاء درجہ کا غیور اور بہادر ہوتا ہے۔ ہمیں انہوں نے آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کی متفقہ مخالفت سے ڈرایا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ تم آٹھ کروڑ نہ سہی اَسّی کروڑ سہی مگر تم سارے مل کر بھی ایک مؤمن کی زبان کو بند کرنے اور اس کے کام کو روکنے کی اپنے اندر طاقت نہیں رکھتے۔ اب تو ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ ہیں جب سلسلہ کے ابتدائی ایام تھے، جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات مخالفین کے مقابلہ میں اکیلی تھی اُس وقت کب ان کے شورش نے ہمیں دبا لیا، کب ان کی مخالفت نے ہمیں ڈرا لیا اور کب انکی دھمکیوں نے ہمارے ارادوں کو پست کر دیا۔ فساد پر فساد ہوئے اور شورشوں پر شورشیں ہوئیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی کتاب پر کتاب اور اشتہار پر اشتہار لکھتے گئے اور آپ مقابلہ پر مقابلہ کرتے گئے یہاں تک کہ دشمن ذلیل اور حاسد شرمندہ ہوگئے اور کامیابی و کامرانی کا جھنڈا آپ کے ہاتھوں لہرایا۔ پس مؤمن بزدل نہیں ہوتا اور نہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم بزدل ہیں۔ ہمیں تعداد نہیں ڈرا سکتی، ہمیں گالیاں نہیں ڈرا سکتیں، ہمیں جبر، تشدد اور قتل و غارت کی دھمکیاں نہیں ڈرا سکتیں۔ ہمیں اگر کوئی چیز قابو کر سکتی ہے تو وہ صرف اخلاق

ہیں۔ مؤمن دنیا میں کسی چیز سے قید نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر چاہو تو تم اسے اخلاق سے قید کر سکتے ہو۔ اخلاق کی حکومت کی کیا لطیف مثال ہے جس کا حدیثوں میں ذکر آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صلح حدیبیہ کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ کا ایک رئیس کفار کی طرف سے آپ سے گفتگو کرنے کیلئے آیا۔ وہ مکہ والوں کا اتنا بڑا محسن تھا کہ اس کا دعویٰ تھا کہ مکہ کا کوئی آدمی ایسا نہیں جس پر میرا کوئی احسان نہ ہو۔ یہ شخص اپنے آپ کو وادیٔ مکہ کا باپ سمجھتا تھا۔ اور یہی شان دکھانے کے لئے اُس نے رسول کریم ﷺ کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگایا اور کہا میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ لوگ جو تم نے اپنے اِردگرد جمع کر لئے ہیں تمہارے کام نہیں آئیں گے آخر تمہاری قوم ہی ہے جو تمہارے کام آئے گی۔ پس تم اپنی قوم کی بات مان لو جونہی اُس نے رسول کریم ﷺ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگایا ایک صحابی نے زور سے اپنی تلوار کا کندہ اُس کے ہاتھ پر مارا اور کہا ہاتھ پرے کر، کیوں تُو اپنا ناپاک ہاتھ رسول کریم ﷺ کے مقدس جسم سے چُھوتا ہے۔ اُس نے نظر اُٹھائی اور کہا کیا تُو وہ شخص نہیں جس کے خاندان پر فلاں موقع پر مَیں نے احسان کیا تھا؟ یہ سخت نازک موقع تھا مگر احسان کا لفظ سن کر اُس صحابی کی آنکھیں نیچی ہوگئیں اور وہ جھٹ پیچھے ہو گیا۔ تب اُس نے سمجھا کہ اب میں نے میدان صاف کر لیا۔ تب اُس نے وہی بات کہہ کر رسول کریم ﷺ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگایا۔ اِس پر پھر ایک صحابی نے بڑے زور سے تلوار کا کندہ اُس کے ہاتھ پر مارا اور کہا کیوں تُو اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم ﷺ کے مقدس جسم سے چُھوتا ہے؟ اُس نے نظر اُٹھائی مگر دیکھ کر نگاہ نیچی کر لی اور کہا تمہارے خلاف میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں۔ یہ دوسرے شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔[۲]
تو مؤمن اگر قید کیا جا سکتا ہے تو احسان سے۔

ایک دفعہ کسی جنگ میں ایک شخص کفار کی طرف سے لڑائی میں شامل ہؤا تو رسول کریم ﷺ نے صحابہ کو بلایا اور فرمایا دیکھنا لڑائی میں فلاں شخص بھی شامل ہے یہ میرے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتا تھا اور جب مکہ والے میری مخالفت کرتے اور سخت ایذائیں دیا کرتے تھے تو یہ پوشیدہ طور پر میری مدد کیا کرتا ،اُس کا خیال رکھنا۔[۳] اگرچہ مہاجر اس سے واقف تھے مگر چونکہ انصار واقف نہ تھے اور وہ بھی جنگ میں شامل تھے، اِس لئے اُنہیں بتانے کے لئے رسول کریم ﷺ نے یہ فرمایا۔ اسی طرح حنین کی جنگ جس میں مسلمانوں کو بوجہ اس کے کہ مکہ کے نومسلم بھی اِس میں شامل ہو گئے تھے بہت بڑا نقصان پہنچا تھا

یہاں تک کہ ایک موقع پر رسول کریم ﷺ کی ذات مبارک بھی خطرے میں پڑ گئی تھی اور چار ہزار تجربہ کار تیراندازوں کے نرغہ میں رسول کریم ﷺ آ گئے تھے اور صرف چند صحابہ آپ کے ساتھ رہ گئے تھے ایسی خطرناک جنگ کے ختم ہونے کے بعد جس میں بہت سے مسلمان مارے گئے تھے آخر دشمن قید کر لئے گئے۔ اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہ قید ہونے والے اُس قوم میں سے تھے جس میں رسول کریم ﷺ بچپن میں رہے۔ اور جس قوم کی ایک عورت کا آپ نے دودھ پیا تھا۔ کفار نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد رسول کریم ﷺ کی رضاعی بہن سے کہا کہ تو جا اور رسول کریم ﷺ سے ہماری سفارش کر۔ ان میں سے خود کوئی رحم کی درخواست کی بھی جرأت نہیں کرتا تھا کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ جب رسول کریم ﷺ کی رضاعی بہن آپ کے پاس آئی اور اُس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں آپ کے پاس ایک کام سے آئی ہوں۔ تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا بہن! میں تو تیرا ایک مہینہ تک انتظار کرتا رہا تاتُو سفارش کے لئے آئے تو مجھے تیری سفارش ردّ نہ کرنی پڑے مگر ایک مہینہ کے انتظار کے بعد مَیں نے غنیمت کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اب صرف یہ ہوسکتا ہے کہ تم لوگ ایک چیز چُن لو یا مال یا قیدی۔ اگر مال کہو تو مَیں واپس دلوا دیتا ہوں اور اگر قیدی کہو تو اُنہیں چھڑوا دیتا ہوں۔ دونوں میں سے جو بھی صورت پسند ہو بتا دو۔ انہوں نے اپنے قبیلہ سے مشورہ کیا تو فیصلہ کیا ہمیں مال نہیں چاہئے، قیدی دے دیئے جائیں۔ رسول کریم ﷺ نے صحابہؓ کو بلایا اور فرمایا میں نے اِس قوم میں دودھ پیا ہے کیا تم اِس تعلق کی وجہ سے ان کے قیدی چھوڑ سکتے ہو؟ انہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ہمیں اس سے زیادہ خوشی اور کس میں ہوسکتی ہے چنانچہ انہوں نے سب قیدی رہا کر دئے تو مؤمن کو طاقت اور تعداد ڈرا نہیں سکتی بلکہ جتنا زیادہ اسے ڈرایا اور دھمکایا جائے اور جتنا زیادہ اُس پر دباؤ ڈالا جائے، اتنا زیادہ ہی وہ اونچا ہوتا ہے مگر جتنا زیادہ اس کے سامنے جھکو اتنی ہی زیادہ وہ محبت کرتا ہے۔ یہی شرافت کے اخلاق ہیں جنہیں انبیاء دنیا میں قائم کیا کرتے ہیں، یہی شرافت کے اخلاق ہیں جو خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعتوں میں موجود ہوتے ہیں، یہی شرافت کے اخلاق ہیں جن سے وہ دنیا میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاسکتی ہیں اور یہی شرافت کے اخلاق ہیں کہ اگر اُن میں نہ پائے جائیں، تو انہیں دوسروں سے کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا۔

پس ہم نے احرار کے ساتھ جنگ شروع نہیں کی۔ وہ آپ آئے اور انہوں نے ہم سے لڑائی شروع کر دی اور اِس لئے لڑائی شروع کر دی کہ تا انہیں لوگوں سے روپیہ ملے اور ملک میں شُہرت حاصل ہو۔ پھر اِس ذلیل مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے قادیان آ کر ہمیں وہ وہ گالیاں دیں اور سلسلہ کی اتنی شدید ہتک کی کہ ایک شریف انسان ان گالیوں کے سننے کی بھی تاب نہیں رکھتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جن ناپاک الفاظ میں یاد کیا گیا اور جو جو گندی باتیں آپ کی طرف منسوب کی گئیں میں جانتا ہوں کہ اُنہیں برداشت کرنا ہمارا ہی حوصلہ تھا۔ اگر ہم پر اعتراض کرنے والے مسلمانوں میں سے کسی کے باپ کو ان میں سے ایک گالی بھی دی جاتی تو گالی دینے والا وہاں سے زندہ نہ اُٹھتا۔ یہ ہمارا ہی حوصلہ تھا کہ ہم نے ان گالیوں کو سنا مگر اپنا ہاتھ نہ اُٹھایا لیکن اگر ایک طرف مؤمن کا حوصلہ اتنا زبردست ہوتا ہے کہ وہ گندی سے گندی گالیاں سن کر بھی اپنا ہاتھ نہیں اُٹھاتا تو دوسری طرف اُس کی غیرت بھی اتنی زبردست ہوتی ہے کہ وہ مرتے دم تک ان گالیوں کو نہیں بھلاتا۔ اور اُس وقت تک وہ انگاروں پر لَوٹتا رہتا ہے جب تک ان گالیوں کا شریفانہ اور جائز بدلہ نہیں لے لیتا۔ پس یہ حوصلہ دکھانا ہمارا ہی حصہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات پوری ہوگئی؟ کیا وہ گالیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئیں، دنیا سے مٹ گئیں؟ اور کیا وہ گندے الفاظ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق استعمال کئے گئے آج دُہرائے نہیں جاتے؟ اگر آج بھی گندے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں اور اگر آج بھی گندی گالیاں دنیا میں موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئیں تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنا کام ختم کر لیا۔ بے شک مسجد شہید گنج کے موقع پر احرار کو ایک شکست ہوئی مگر اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انہوں نے مسجد شہید گنج کو ہی اپنا آلہ کار بنایا اور کہنا شروع کر دیا کہ مسجد تین شخصوں نے گرائی ہے جن میں سے ایک وہ میرا نام لیتے ہیں ایک چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحب کا اور ایک سر فضل حسین صاحب کا۔ حالانکہ سر فضل حسین صاحب اُس وقت ایبٹ آباد میں بیمار پڑے ہوئے تھے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ مسلمان لیڈروں میں سے کوئی لیڈر اگر ایسا ہے جس نے انتہائی خیر خواہی کے ساتھ مسلمانوں کا ساتھ دیا اور نہایت نازک اوقات میں نہ لالچ سے دبا اور نہ خوف سے متأثر ہوا اور نہایت جرأت اور دلیری کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرتا رہا تو وہ

صرف سر فضل حسین ہی ہیں ۔ مجھے سر آغا خان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا اور شاید چند اور مسلمان لیڈر ہوں جن سے ملا ہوں باقی جس قدر مسلمان لیڈروں سے مَیں ملا ان کی گفتگوؤں، ملاقاتوں اور اُن سے مشوروں کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ سر فضل حسین صاحب کی خدمت اور خیر خواہی کے برابر کا مسلمانوں میں ایک لیڈر بھی نہیں مگر مسلمانوں کی بدقسمتی کہ انہیں ایک ہی شخص ایسا ملا جس نے نہ لالچ سے حق بات کو چھپایا اور نہ خوف سے سچی بات کہنے سے رُکا مگر اسی شخص کو بُرا بھلا کہہ کر ہمارے ساتھ شامل کر دیا۔ شاید اِس وجہ سے کہ ہم بھی دیانتداری کے ساتھ کام کرنے والے ہیں اور سر میاں فضل حسین صاحب بھی ۔ گویا احرار نے صرف ایک اصل اپنی راہ نمائی کے لئے مقرر کیا ہوا ہے اور وہ یہ کہ جو بھی دیانتدار لیڈر ہو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی اُس پر حملہ کر دو۔ بہر حال وہ یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مسجد شہید گنج احمدیوں اور سر میاں افضل حسین کے ایماء سے گرائی گئی ہے باقی اِس بات کا کوئی ثبوت ہو یا نہ ہو، اِس سے ان کو کوئی واسطہ نہیں ۔ انہوں نے تو ’’خوئے بد را بہانہ ہا بسیار‘‘ کے مقولہ کے مطابق اپنا زہر دکھانا ہے اور ان کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح دوسرے کو گرایا جائے ۔ اور جب کسی قوم نے دوسروں کو گالیاں ہی دینی ہوں تو اس کے لیے وہ ہزار بہانے بنا سکتی ہے ۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں ہم نے شرارت سے کام نہیں لینا ۔ اگر ہم بھی اسی قسم کی شرارتوں سے کام لیتے تو شاید وہ اس قسم کی دلیری نہ کرتے ۔

مثل مشہور ہے کہ کوئی امیر تھا جو امیر ہونے کے ساتھ ہی بخیل بھی تھا اس کی عادت تھی کہ وہ ایک جگہ شادی کرتا اور چند دنوں کے بعد عورت کو گھر سے نکال دیتا ۔ پھر کسی اور جگہ شادی کرتا اور چند دنوں کے بعد اسے بھی کسی بہانہ سے گھر سے نکال دیتا ۔ وہ شادی کرتے وقت یہ شرط کر لیا کرتا کہ اگر عورت نے کوئی قصور کیا تو اُس کا سارا مال میرا ہوگا ۔ اِسی طرح اُس نے بہت سی عورتوں سے شادی کی اور بہانہ بنا کر نکال دیا ۔ آخر ایک جگہ پھر جو اُس نے شادی کے لئے درخواست دی تو لڑکی کے باپ نے انکار کیا ۔ مگر لڑکی نے باپ سے کہا کہ آپ میری اِسی جگہ شادی کر دیں، میں اِسے سیدھا کر لوں گی ۔ خیر اُس نے شادی کر دی ۔ مہینہ بھر تک جب اسے کوئی گرفت کا موقع نہ ملا تو تنگ آ کر ایک دن کہنے لگا ۔ آج مَیں کھانا باورچی خانہ میں ہی کھاؤں گا ۔ مجھے جلدی سے روٹی پکا دی جائے ۔ چونکہ وہ بخیل تھا اور نوکر اُس نے کوئی رکھا ہوا نہیں تھا اس لئے بیوی ہی روٹی پکاتی تھی ۔ جب وہ روٹی پکانے لگی

تو جوتا لیکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ کمبخت! تُو روٹی تو ہاتھوں سے پکاتی ہے تیری کہنیاں کیوں ہلتی ہیں۔ حالانکہ جب کوئی روٹی پکائے گا تو لازماً اُس کی کہنیاں بھی ہلیں گی۔ عورت ہوشیار تھی کہنے لگی آپ خواہ مخواہ کھانا کیوں خراب کرتے ہیں میں ہر وقت آپ کے گھر میں ہوں جب آپ چاہیں مجھے مار پیٹ سکتے ہیں اِس وقت آپ غصہ نہ کریں۔ خون میں جوش پیدا ہوگا اور کھانا ہضم نہیں ہوگا بعد میں جو جی چاہے مجھ سے کہہ لیں۔ یہ بات اُس کی سمجھ میں آ گئی اور کھانا کھانے بیٹھ گیا۔ ابھی اُس نے پہلا لقمہ ہی منہ میں ڈالا تھا کہ عورت جوتی نکال کر کھڑی ہوگئی اور اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہنے لگی۔ کمبخت! تو روٹی تو منہ سے کھاتا ہے تیری ڈاڑھی کیوں ہلتی ہے اِس پر وہ رئیس ہاتھ باندھ کر کہنے لگا بس بی بی تو جیتی اور میں ہارا، آگے کو میں کوئی شرارت تجھ سے نہیں کروں گا۔ اگر کوئی احرار کو ویسا ہی جواب دینے والا ہوتا تو وہ چند دنوں میں سیدھے ہو جاتے مگر وہ جانتے ہیں کہ ہم نے شرارت کو نہیں چھوڑنا اس لئے وہ دلیر ہو کر ہر روز ایک نیا بہانہ بنا کر اُٹھتے اور ہم پر کوئی نیا الزام لگا دیتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ چل رہا ہے اب تک جاری ہے اور ختم ہونے میں نہیں آتا۔ وہ گالیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئیں اور وہ ناپاک کلمات جو آپ کے متعلق استعمال کئے گئے ابھی تک استعمال کئے جاتے ہیں اور مولوی عطاء اللہ کے مقدمہ کے دوران اَور تو اَور ایک عدالت نے بھی ان گالیوں کو دُہرا دیا۔ یاد رکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت خدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے کہ لَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا[۵] کہ اے مسیح! ہم دنیا میں کوئی ذلّت و رُسوائی کی بات تیرے متعلق نہیں رہنے دیں گے یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے کا موقع بندوں کو دیا کرتا ہے۔ کیا وہ خدا جس نے رسول کریم ﷺ کے دشمنوں کی ہلاکت کی خبر دی، ابوجہل کو نہیں مار سکتا تھا؟ عتبہ اور شیبہ کو نہیں مار سکتا تھا؟ اور کیا وہ ان لشکروں کو ہلاک نہیں کر سکتا تھا جو مکہ سے اُٹھے اور مدینہ میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے؟ خدا تعالیٰ ایسا کر سکتا تھا مگر اُس نے یہی چاہا کہ صحابہ کے ذریعہ اس وعدہ کو پورا کرے۔ اسی طرح اِس خدا نے جو تمہارا خالق و مالک ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، جس نے تمہیں زندگی کا سامان دیا جس نے تمہاری ماؤں کی چھاتیوں میں تمہارے لئے اُس وقت دودھ پیدا کر دیا جس وقت تم روٹی کو چبا نہیں سکتے تھے، جس نے تمہیں آنکھیں دیں، جس نے تمہیں کان دیئے، جس نے تمہیں ناک دیا، جس نے تمہیں عقل دی، جس نے تمہیں ذہانت دی، جس نے

تمہیں علم دیا، جس نے تمہیں علم کے سامان دیئے اور جو تمہارے باپ اور تمہاری ماں سے زیادہ تمہارا ہمدرد ہے اُسی خدا کا یہ وعدہ ہے کہ لَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت دنیا میں کوئی ایسی بات نہیں رہے گی جو آپ کو ذلیل اور رُسوا کرنے والی ہو۔ کیا تم اپنے باپ کا قرضہ ادا کیا کرتے ہو یا نہیں؟ کیا تم اپنی ماں کا قرضہ ادا کیا کرتے ہو یا نہیں؟ اگر ادا کرتے ہو تو پھر خدا کا بھی یہ قرض ہے جسے ادا کرنا تمہارا فرض ہے۔ اور اگر تم نے یہ قرض ادا نہ کیا تو وہ خود اِس کو ادا کرے گا۔ تم اچھی طرح سن لو کہ خدا کا یہ وعدہ ہے کہ اے مأمور! تیرے متعلق ہم دنیا میں کوئی رُسوائی کی بات نہیں رہنے دیں گے۔

پس اس وعدہ کے مطابق پہلا فرض تمہارا ہے کہ تم ان رُسوا کن باتوں کو دور کرو۔ اور اگر نہیں کرو گے تو خدا خود کرے گا مگر جس بات کے کرنے کا وہ اپنے بندوں کو موقع دے، اس سے زیادہ خوش قسمتی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ پس ہم میں سے ہر شخص کو اپنی ہر ایک چیز قربان کر کے بھی خدا تعالیٰ کے اِس وعدہ کو پورا کرنا چاہئے۔ اور اُس وقت تک چین اور آرام سے نہیں بیٹھنا چاہئے جب تک مخزیات کا وجود دنیا سے نہ مٹ جائے پھر نہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گندی گالیاں دی گئیں بلکہ حضرت اماں جان کو بھی جن کا اِس میں کوئی تعلق نہ تھا گالیاں دی گئیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں تحریف کر کے مخالفین کی طرف سے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم ﷺ کی ہتک کی لیکن حضرت اماں جان کو جن کا اس میں کوئی بھی تعلق نہ تھا انہیں بھی احرار نے گالیاں دیں۔ یہاں تک کہ سہارنپور میں ایک موقع پر تقریر میں ان کے متعلق کہا گیا۔ دِلّی کی دَلّی۔ یہ ہے وہ شرافت کا نمونہ جو احرار نے دکھایا بھلا کونسی حضرت اماں جان نے کتاب لکھی تھی یا کونسی ایسی تحریر تھی جس پر غصہ کھا کر انہوں نے آپ کے متعلق ایسا گندا اور دِلخراش لفظ استعمال کیا مگر جب انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے، جب شیطنت اور فسق و فجور اُس کے اخلاق پر موت طاری کر دیتا ہے اور جب انسان حیا و شرم کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے اُس وقت وہ اخلاق کو بھول جاتا ہے اور ان گندی اور حیا سوز باتوں پر اُتر آتا ہے جن پر چوہڑے اور چمار بھی نہیں اُتر سکتے پھر اس سے ترقی کر کے انہوں نے ہمارے خاندان کے افراد پر ہاتھ اُٹھائے۔ چنانچہ میاں شریف احمد صاحب پر حملہ کرایا گیا۔ غرض احرار کا کوئی فعل ایسا نہیں جس میں کمی آئی ہو۔ گالیاں برابر جاری

ہیں، گندے الفاظ کا استعمال برابر جاری ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملوں کا سلسلہ برابر جاری ہے، اور یہ صرف شہید گنج کے واقعہ سے پہلے کی باتیں نہیں بلکہ اب تک ان گالیوں کا ایک سلسلہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ چنانچہ مَیں اِس کے ثبوت میں بتاتا ہوں کہ کل کے ''مجاہد'' اخبار میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کیا لکھا گیا۔ میں نے اس اخبار کا صرف ایک صفحہ لیا ہے اور وہ بھی تازہ پرچے کا۔ یہ نہیں کہ کوئی خاص پرچہ تلاش کیا ہے اِسی سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ احرار کی طرف سے کس قسم کی اشتعال انگیز باتیں کہی جارہی ہیں اور کس طرح شرارت اور فتنہ وفساد پھیلانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ کسی شخص محمد مظہر کے نام سے ۷ رنومبر کے مجاہد میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جو بدزبانی کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہتا ہے ''اس شخص نے چونکہ اپنے وقت میں چوری اور سینہ زوری سے کام لیا۔''

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح حیات کے متعلق لکھتا ہے۔

''یہ طومار کذب و دروغ ختم ہونے والی چیز نہیں۔''

پھر لکھتا ہے ''جس طرح یہ فرقہ رحمانی نہیں شیطانی ہے اسی طرح ان کی داستان بھی شیطان کی آنت کی طرح لمبی ہے۔''

پھر لکھتا ہے ''بعد تکمیلِ علم .... اپنی خانگی خدمات کی پیروی کرتے رہے .... یہاں سے سخت ناکامی ہوئی تو سیالکوٹ کا رُخ کیا .... جب یوں گذارہ نہ چلا تو مختاری کے امتحان کی تیاری کی۔ اس میں بھی خیر سے فیل ہوئے .... تو پھر نبی بننے کی ٹھان لی۔''

اس کے بعد محمد مظہر نے سراسر جھوٹی تاریخ وضع کرنے کی بھی کارروائی کی ہے اور پہلا جھوٹ یہ بولا ہے '' کہ سیالکوٹ میں ہی حکیم نورالدین بھیروی سے جو اُن دنوں ریاست جموں میں ملازم تھے مثیلِ مسیح بننے کے مشورے ہوتے رہے'' حالانکہ جن دنوں سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ اس وقت حضرت خلیفہ اول کی عمر بیس بائیس یا چوبیس سال کی تھی اور آپ ہندوستان کے مختلف حصوں میں تحصیلِ علم کرتے پھرتے تھے۔ غرض ان ایام میں حضرت خلیفہ اول کے جموں میں ملازم ہونے کی داستان بالکل جھوٹ ہے۔ آپ جموں میں اُس زمانہ کے کئی سال بعد ملازم ہوئے مگر جس نے جھوٹ بنانا ہو

اسے اس سے کیا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

جب انسان بے حیا بن جائے تو پھر جو جی میں آئے کہتا پھرے۔

اس کے بعد یہ شخص بیان کرتا ہے۔ آپ سیالکوٹ سے سیدھے آلومہار پہنچے وہاں پیر چنن شاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ نے دریافت کیا کہ کیا آجکل کوئی نبی بھی بن سکتا ہے؟ انہوں نے انکار کیا تو مرزا صاحب نے کہا ''نہیں جناب! جب انسان ذرا ڈھیٹھ بن جائے تو نبی بن سکتا ہے''

یہ وہ انتہاء درجہ کی فتنہ پردازی ہے جو اِس وقت ہماری جماعت کے خلاف کی جارہی ہے۔ جہاں اس قسم کے بے دین اور بے حیا لوگ موجود ہوں وہاں اخلاق بھلا کہاں باقی رہ سکتے ہیں۔ اس قسم کی افتراء پردازی کا بجز اس کے کچھ منشاء نہیں کہ لوگوں میں اشتعال پیدا کیا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ حضرت مرزا صاحب کے نزدیک جس قدر نبی آئے سب ڈھیٹھ تھے۔ یہ محمد مظہر آج ہمیں بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیالکوٹ کے بعد آلومہار گئے۔ اور سید چنن شاہ سے ملے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا اُس وقت ان پیر چنن شاہ کی زبان کیوں بند رہی اور وہ نہ بولے اور انہوں نے آپ کے متعلق یہ انکشاف نہ کیا مگر اُس زمانہ کے ستّر سال کے بعد آج ایک شخص محمد مظہر نامی جو اُس وقت پیدا بھی نہیں ہؤا تھا یہ روایت سنا رہا ہے۔ آخر ستّر سال کے بعد یہ روایت کہاں سے پیدا ہوئی؟ یقیناً واقدی کی ذریت ہی ایسی روایت وضع کر سکتی ہے ورنہ چاہئے تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تھا اُسی وقت یہ آلومہار والے پیر صاحب آپ کو مباہلہ کا چیلنج دیتے اور اس بات کو پیش کر کے حقیقت کو ظاہر کرتے لیکن وہ خاموش رہتے ہیں اور ستّر سال کے بعد ایک شخص اِس جھوٹ کا اعلان کرتا ہے جس سے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ جھوٹ ان پیر صاحب نے نہیں بنایا، اس سید محمد مظہر نامی شخص نے بنایا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتوں سے مسلمانوں کو یہ دھوکا دینا مطلوب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ فریبی سمجھتے تھے۔ اور آپ کا یہ خیال تھا کہ انسان اگر ذرا ڈھیٹھ بن جائے تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ نبی بن سکتا ہے۔ پھر یہ شخص کہتا ہے کہ وہاں سے آپ سیدھے لاہور آئے اور لاہور سے قادیان اور یہاں آ کر دعویٰ کی بنیاد رکھ دی۔ حالانکہ آپ کی سیالکوٹ کی رہائش کے بیس سال بعد براہین احمدیہ

چھپی ۔اوراس کے چودہ سال بعد آپ نے دعویٰ مجددیت کیا اوراس کے کچھ عرصہ بعد مسیحیت کا دعویٰ کیا ۔گویا چونتیس سال کے بعد کے واقعہ کو یہ شخص چند ماہ کے اندر کا واقعہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔پھرلطیفہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں قریباً دوسال رہے ہیں اور وہاں کے لوگ جورات دن آپ کی مجلس میں رہے، ان سے آپ نے کبھی ایسی بات نہ کہی ۔کہی تو ایک گھنٹہ کی ملاقات میں سید چنن شاہ صاحب سے کہی ۔سیالکوٹ کے لوگوں پر آپ کی زندگی کا جو اثر تھا وہ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ سید میر حسن صاحب جو ایک بہت مشہور شخص گزرے ہیں ڈاکٹر سر اقبال بھی ان کے شاگردوں میں سے ہیں، سیالکوٹ اور پنجاب کا علمی طبقہ ان کی عظمت ،صاف گوئی اور سچائی کا قائل ہے ۔وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیامِ سیالکوٹ کے ہروقت کے ساتھی تھے وہ نیچری تھے اور سر سید کے متبع تھے اور آخر تک احمدیت کے مخالف رہے ہیں ۔مگر جب بھی کسی نے آپ کی قبل از بعثت زندگی پر اعتراض کئے ،انہوں نے ہمیشہ اس کی تردید کی اور عَـلَـى الْإِعْلَانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بزرگی اور نیکی اور اسلام سے محبت کا ذکر کرتے رہے ۔پس کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سیالکوٹ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام لمبے عرصہ تک رہے وہاں کے لوگ تو آپ کی زندگی میں کوئی عیب نہ نکال سکے بلکہ آپ کی بزرگی اور ولایت کے قائل رہے لیکن یہ سید محمد مظہر کہتا ہے کہ قادیان کی واپسی کے وقت سید چنن شاہ صاحب سے آپ راستہ میں یہ بات کہتے آئے کہ انسان ذرا ڈھیٹھ بن جائے تو نبی بن سکتا ہے ۔دراصل یہ الفاظ کہہ کر اس شخص نے اپنی گندی فطرت کا اظہار کیا ہے اور اُس ڈھیٹھ پن کا مظاہرہ کیا ہے جو اس کے اندر موجود ہے ۔غرض احرار کی طرف سے گالیوں میں کمی نہیں آئی بلکہ ان میں زیادتی ہورہی ہے ۔گالیاں دی جاتی ہیں اور اتنی ناپاک اور گندی گالیاں دی جاتی ہیں کہ کوئی انسان انہیں سننے کی تاب نہیں رکھتا ۔اس کے مقابلہ میں حکومت خاموش ہے اور مسلسل خاموش ہے حالانکہ اگر یہی گالیاں حضرت مسیح ناصری کو دی جائیں ،اگر یہی گالیاں حضرت کرشن کو دی جائیں اور اگر یہ گالیاں سکھوں کے گروؤں کو دی جائیں تو گورنمنٹ کے حلقہ ہائے اعلیٰ تھرا جائیں اور ملک میں فساد اور خونریزی کی ایسی رَو پیدا ہو جائے جس کا سنبھالنا حکومت کے بس میں نہ ہو مگر کیا چیز ہے جو حکومت کو خاموش رکھے ہوئے ہے، کس چیز نے اس کی قلموں کو روکا ہوُا ہے ،اور کس چیز نے اس کے ہاتھوں کو حرکت کرنے سے روکا ہوُا ہے ۔صرف اس بات نے کہ احمدی امن

پسند ہیں اور وہ ملک کے امن کو برباد نہیں کریں گے۔ مگر کیا یہ انتہاء درجہ کا ظلم نہیں اور کیا یہ انتہائی ستم اور جور نہیں کہ ایک گورنمنٹ اس لئے خاموش رہتی اور اپنے قانون کو حرکت میں نہیں لاتی کہ یہ لوگ ظلم کا بدلہ لینے کے لئے تیار نہیں۔ کیا یہ حکومت کے فرائض کو کُلّی طور پر نظر انداز کرنے کے مترادف نہیں اور کیا اسی طرح ملک میں امن قائم کیا جاتا ہے۔ گو مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید کرتا ہوں کہ کوئی احمدی ایسا نہیں کرے گا لیکن اگر خدانخواستہ ان گالیوں کی برداشت نہ کر کے آج نہیں کل، کل نہیں پرسوں، پرسوں نہیں اُترسوں، ہم میں سے کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو کیا گورنمنٹ کے لئے جائز ہوگا کہ وہ اسے گرفت کرے۔ حکومتِ پنجاب کو خدا تعالیٰ کی حکومت نظر نہیں آتی اور اس کے اوپر اور کوئی دنیوی حکومت ایسی نہیں جو اس سے باز پُرس کر سکے کیونکہ نئے آئینِ سیاسی نے صوبہ جاتی آزادی دے رکھی ہے لیکن اگر اس کے اوپر کوئی عدالت ہوتی اور ہم اُس کے سامنے یہ داستانِ غم رکھ سکتے تو یقیناً وہ عدالت یہی فیصلہ کرتی کہ اس لمبے، مسلسل اور پیہم دل آزار، دل شکن، ناقابلِ برداشت رویہ کے بعد جو احرار نے احمدیوں کے خلاف جاری رکھا اور حکومتِ پنجاب نے اس پر متواتر خاموشی اختیار کئے رکھی اس کے بعد اگر کوئی احمدی اپنے قابو سے باہر ہو گیا تو اس کی ذمہ داری حکومت پر اور احرار پر ہے، اس مظلوم دلفگار احمدی پر نہیں۔ پس وہ مجرم نہیں بلکہ مجرم یا حکومتِ پنجاب ہے یا احرار۔ اگر گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ ان گالیوں کی موجودگی میں صبر سے کام لیا جا سکتا ہے اور انسان اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکتا ہے تو ہم بھی اس کھیل کی احمدیوں کو اجازت دے دیتے ہیں۔ احمدی بھی وہی الفاظ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت استعمال کئے جا سکتے ہیں، ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے بزرگوں کی نسبت استعمال کر کے دیکھ لیں گے اور اُس وقت تک استعمال کرتے چلے جائیں گے جب تک، گورنمنٹ یہ وعدہ نہ کرے کہ اس قسم کے الفاظ پر خواہ کسی بزرگ کی نسبت استعمال کئے جائیں آئندہ گرفت کی جایا کرے گی۔ یہ کوئی دھمکی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ اگر حکومت پنجاب نے ان گالیوں کے روکنے کا کوئی بندوبست نہ کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جاتی ہیں تو میں اس روک کو جو میری طرف سے جماعت پر ہے واپس لے لونگا اور اجازت دے دوں گا کہ جو احمدی چاہتا ہے کہ حکومت کے رویہ کو قانونی عدالتوں میں زیرِ بحث لائے اور دشمنانِ شرافت احرار کو یا دوسرے غیر شریف دشمنانِ سلسلہ کو اُن کے رویہ کی غلطی کا احساس کرائے، اس پر میری

طرف سے کوئی روک نہیں۔ اور اگر وہ احمدی جو صرف میرے روکنے کی وجہ سے رُکے ہوئے ہیں ،انہوں نے وہ سب گالیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق استعمال ہوتی ہیں ان ظالم اقوام کے بزرگوں کی نسبت استعمال کیں تو پھر دنیا خود دیکھ لے گی کہ گورنمنٹ کس طرح خاموش رہتی ہے اور ادھر توجہ نہیں کرتی ۔اس کے نتیجہ میں بے شک گورنمنٹ ہمارے آدمیوں کو پکڑ سکتی ہے، ان پر مقدمہ چلا سکتی ہے لیکن آخر اخلاقی فتح ہماری ہی ہوگی ۔اور دنیا تسلیم کرلے گی کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی گئیں ،اُس وقت حکومت نے اپنے فرض کو ادا نہ کیا۔

پھر یہ شخص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس ریویو کا ذکر کرتے ہوئے جو انہوں نے براہین احمدیہ پر کیا لکھتا ہے چونکہ انہیں ’’اس پلیدی کا علم نہ تھا اس واسطے شروع میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں کتاب مذکور کی بڑی تعریف کی‘‘

پھر لکھتا ہے ۔مرزا صاحب براہین احمدیہ کے لئے روپیہ لوگوں سے لے کر کھا گئے حالانکہ براہین کے روپیہ کے متعلق بار بار بتایا جا چکا ہے کہ وہ روپیہ معمولی مقدار میں تھا اور اُس وقت کے طباعت کے اخراجات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت کے لئے بھی کافی نہ تھا لیکن باوجود اس کے کہ وہ روپیہ موجودہ کتاب کی اشاعت پر خرچ ہؤا۔ پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ جس شخص کو شکایت ہو وہ اپنا روپیہ واپس لے لے۔بعض نے واپس لیا لیکن جو سمجھتے تھے کہ ان کا روپیہ صحیح خرچ ہؤا انہوں نے روپیہ واپس نہ لیا۔اب اگر اِس قدر اعلانات ہونے کے بعد بھی کسی نے روپیہ واپس نہیں لیا تو کیوں نہیں لیا؟ ،اگر واقعہ میں روپیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھا گئے تھے تو اِس پر اعتراض انہوں نے کرنا تھا جنہوں نے روپیہ بھیجا تھا مگر وہ تو روپیہ پیش کرنے کے باوجود بھی خاموش رہے۔اور آج یہ شخص سید محمد مظہر نہ روپیہ بھیجنے والوں میں سے ہے اور غالباً اُس وقت پیدا بھی نہ ہؤا تھا ،اعتراض کرتا ہے اور ایک ناپاک الزام اُس شخص پر لگاتا ہے جس پر ہزاروں لاکھوں آدمی اپنی جانیں نثار کرنے کو تیار ہیں اور جس نے سب دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا ہؤا ہے۔

پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان پر ہی بس نہیں اس کے بعد میں بھی اعلان کر چکا ہوں کہ اگر کوئی شخص اب بھی ثابت کر دے کہ اس نے براہین کے لئے روپیہ بھیجا تھا اور وہ روپیہ واپس لینا چاہے تو اسے روپیہ دے دیا جائیگا ۔مگر کسی نے آج تک اپنا ثبوت پیش کر کے روپیہ

طلب نہیں کیا پس جس روپیہ کے متعلق روپیہ دینے والے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ جائز طور پر اشاعتِ اسلام کے لئے خرچ ہوُا اُس کے متعلق یہ سید محمد مظہر اعتراض کرنے والا کون ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے احمدی آجکل جو چندہ دیتے ہیں اس کے متعلق احرار شور مچا دیں کہ صدر انجمن احمدیہ احمدیوں کا روپیہ کھارہی ہے اسے واپس کیوں نہیں کرتی جب روپیہ دینے والے مطمئن ہیں تو کسی اور کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے ہاں اگر اخلاق اور شریعت کے خلاف کسی جگہ روپیہ صَرف کیا جائے تب لوگ اعتراض کر سکتے ہیں۔ جیسے اگر کوئی شخص چندہ لیکر کنجریاں نچواتا ہے تو روپیہ دینے والوں کا حق ہے کہ اس پر اعتراض کریں۔ لیکن جب روپیہ اشاعت اسلام کے لئے خرچ ہو رہا ہو اور روپیہ دینے والے مطمئن ہوں تو ایک غیر شخص کا شور مچانا سوائے بیہودگی کے اور کیا معنے رکھتا ہے۔ پس یاد رکھو تم نے بغیر اخلاق اور شریعت کی حدود کو توڑے اس ہتک کا بدلہ لینا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَاءِ۔[۶] تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کی طرف ہم آسمان سے وحی کریں گے۔

پس آج جو شخص چاہتا ہے کہ وحیِ الٰہی کا مورد بنے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ سلسلہ کی عزت اور اس کے احترام کیلئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عزت اور احترام کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کیلئے تیار رہے۔ جب تک مخالفین کی موجودہ حالت قائم رہتی ہے، جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی جاتی ہیں، جب تک حکومت اپنے فرائض سے غافل رہتی ہے، جب تک احرار اپنی شرارتوں اور فتنہ پردازیوں سے باز نہیں آتے، اُس وقت تک ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی جدوجہد کو برابر جاری رکھیں۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری قربانی کرتے چلے جائیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اطمینان اور آرام سے نہ بیٹھیں۔ اور جو شخص پیشتر اس کے کہ حالات کلّیۃً بدل جائیں اطمینان کا سانس لیتا ہے وہ بے غیرت اور بے حمیت ہے اور اِس قابل نہیں کہ احمدیت میں شامل رہے۔ اُس کے لئے بہتر ہے کہ احمدیت کو ترک کر دے کیونکہ وہ مرد نہیں بلکہ خنثٰی ہے۔ میں نے اب قطعی طور پر یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر ان گالیوں کی طرف گورنمنٹ توجہ نہیں کرے گی تو میں جماعت کو آزادی دے دوں گا کہ وہ ان ظالمانہ حملوں کا جواب دے۔ ہمیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے بزرگوں کی عزتوں کو بچانا آتا ہے۔ احرار کو شاید یہی خیال ہو کہ رسول کریم ﷺ

ہمارے اوران کے مشترک ہیں پس یہ ان پر حملہ نہیں کر سکتے ۔صحابہ کرام ہمارے اوران کے مشترک ہیں پس یہ ان پر بھی حملہ نہیں کر سکتے ، ائمہ اہل بیت ہمارے اوران کے مشترک ہیں یہ ان پر بھی حملہ نہیں کر سکتے پس یہ ہم سے بدلہ کس طرح لے سکتے ہیں ۔ یہ سب کچھ درست ہے مگر میں نے بھی وہ سکیم اب سوچ لی ہے جس کے ماتحت اپنے بزرگوں کی عزتوں کو بچا کر انہیں ایسا کاری زخم لگایا جا سکتا ہے کہ جو انہیں مدتوں تک بے چین رکھے ۔ اسکے بعد الزام ہم پر عائد نہیں ہوگا بلکہ الزام گورنمنٹ پر عائد ہوگا یا احرار پر ۔ ہم نے اپنا یہ حق بھی جو دفاعی طور پر ہمیں حاصل ہے چھوڑا ہوا تھا مگر اب ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے ان گالیوں کا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جاتی ہیں ایسا بدلہ لیں گے کہ گورنمنٹ کو بھی اپنی غلطی تسلیم کرنی پڑے گی ۔ اوراحرار کو بھی ۔ اس کے ساتھ ہی اپنے بزرگوں کے متعلق ہم کسی قسم کی بے ادبی کا لفظ استعمال نہیں کریں گے ۔

تاریخِ اسلام میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ مکہ کے لوگوں نے رسول کریم ﷺ کے خلاف سبّ وشتم میں حد سے تجاوز کیا اِس پر حضرت حسان بن ثابتؓ نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مجھے اجازت ہو تو ان گالیوں کا جواب دوں ۔ آپ نے فرمایا تم جانتے ہو، یہ سب لوگ خاندانی طور پر ہمارے خاندان سے ملے ہوئے ہیں ۔ کوئی پھوپھی کے ذریعہ سے، کوئی ماں کے ذریعہ سے، کوئی خالہ کے ذریعہ سے، کوئی اور کسی رشتہ کے ذریعہ سے ۔ اگر تم سخت الفاظ استعمال کرو گے تو وہ زد ہم پر بھی تو پڑ یگی ۔ انہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں انہیں اس طرح الگ کرلوں گا جیسے مکھن میں سے بال نکال لیا جاتا ہے ۔[۷] اسی طرح احمدی بھی ان کی گالیوں کا جواب اس طرح دیں گے کہ ہمارے بزرگوں پر کوئی آنچ نہ آئے گی اوران کے ادب میں کوئی فرق نہ آئے گا ۔ اوراگر اس کے نتیجہ میں ہمارے مخالفوں نے شور مچایا تو احمدیوں کا حق ہوگا کہ وہ جواب دیں کہ جو کام ہمارے مخالف کرتے رہے ہیں اس کے کرنے کا ہمیں بھی حق ہے ۔ اور جس حکومت نے ہم سے امن قائم کروایا تھا اس کا فرض ہے کہ ہماری حفاظت بھی ہمارے دشمنوں سے کرے ۔ ہاں میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ امن کو توڑنے والے ہم نہیں ہوں گے بلکہ جب بھی امن ٹوٹے گا ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں سے ٹوٹے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے صبر کر کر کے ہم کو صبر کی عادت ہوگئی ہے ۔ اور ہمارے آدمی انتہائی جوش کی حالت میں بھی اپنے ہاتھوں کو روک رکھنے کے عادی ہیں ۔ میں ہمیشہ حیران ہوتا ہوں کہ کیونکر گورنمنٹ ہم سے یہ امید کرتی چلی جاتی

ہے کہ ہم صبر سے کام لیں ۔سوائے اِس کے کہ مَیں یہ تسلیم کروں کہ حکومت دل میں ہمارے اخلاق کی برتری اور ہمارے صبر کی غیر معمولی قوت کی قائل ہے مگر اب صبر کا پیمانہ اُچھلنے لگ گیا ہے اور اب مَیں مجبور ہوں کہ جماعت کو اجازت دے دوں کہ وہ قانون کے اندر رہتے ہوئے گورنمنٹ نے جو تشریح احمدیت کے متعلق قانون کی کی ہے، اس کی روشنی میں اپنے مخالفوں کے حملوں کا جواب دیں اور قانون کے اندر رہتے ہوئے جواب دیں ۔مگر باوجود اس کے کہ ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے ان پر حملہ کریں گے ہم جانتے ہیں کہ وہ صبر نہیں کرسکیں گے ۔ان کے صبر اور ہمارے صبر میں بہت بڑا فرق ہے ۔ہم نے جو صبر کیا ہے اُس کی قدر و وقعت کو گورنمنٹ سمجھے یا نہ سمجھے لیکن تم کسی غیر جانبدار شخص کے سامنے یہ تمام حالات رکھ دو وہ یہ باور کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوگا کہ احمدیوں نے ان حالات میں صبر کیا ۔انگریز اپنی رواداری کا بہت بڑا دعویٰ کرتے ہیں مگر ہم نے ان کا صبر بھی دیکھا ہوا ہے ۔ ولایت میں جب مَیں گیا تو عیسائیت کے خلاف ہم نے ایک ٹریکٹ لکھا جسے سینٹ پال کے گرجا کے سامنے تقسیم کرنے کے لئے بھیجا ۔جب وہ اشتہار تقسیم ہو رہا تھا تو ایک لارڈ نے اسے دیکھ کر اپنی آستینیں چڑھالیں اور کہنے لگا جس نے اب یہ اشتہار تقسیم کیا میں اُسے مُکّے مار مار کر سیدھا کروں گا حالانکہ اُس میں گالیاں نہیں تھیں بلکہ دلائل تھے پس ہم نے جو صبر کیا ہے دنیا میں اُس کی کہیں مثال نہیں مل سکتی ۔لیکن ہم کہاں تک صبر کرتے چلے جائیں ۔ہم اپنے صبر کو اب بے غیرتی سے بدلنے کے لئے تیار نہیں ۔حکومت کو بھی امن تبھی نصیب ہوسکتا ہے جب وہ طرفین سے مساوی سلوک کرے ۔ہم نے کبھی اس سے رعایت طلب نہیں کی اور نہ آئندہ طلب کریں گے ہم جو کچھ چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یا تو گورنمنٹ ان گالیاں دینے والوں کا منہ بند کرے اور اگر وہ اس کے لئے تیار نہیں تو گورنمنٹ ہمیں کہہ دے کہ تمہیں جوابی رنگ میں سخت الفاظ کے استعمال کی اجازت ہے پھر ہمیں اس سے کوئی شکایت نہیں رہے گی ۔اور اگر ہم اس کے بعد بھی گورنمنٹ سے کوئی شکایت کریں تو وہ جتنا چاہے ہمیں ذلیل اور رُسوا کرے ۔اور کہے کہ یہ کیسے بے غیرت انسان ہیں کہ ہم انہیں مقابلہ کی اجازت دیتے ہیں مگر یہ پھر ہمارے پاس آتے ہیں ۔لیکن گورنمنٹ ہمارے ہاتھوں کو روکتی ہے ،گورنمنٹ ہماری زبانوں کو روکتی ہے اور گورنمنٹ ہمارے قلموں کو روکتی ہے لیکن وہ دوسرے فریق کو کھلا چھوڑ رہی ہے ۔ہماری جماعت کے ایک رسالہ کو گزشتہ ایام میں ضبط کیا گیا جب اس کے متعلق بعض افسروں سے پوچھا گیا کہ

کیوں ضبط کیا گیا ہے تو وہ کوئی حوالہ نہ دکھا سکے۔ اور کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں سکھ قوم کو سِکّھا یا ایسے ہی رنگ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ مگر یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق چوری سینہ زوری۔ فریبی، روپیہ کھانے والا اور نبوت سے تمسخر کرنے والے کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں مگر گورنمنٹ کا کوئی قانون حرکت نہیں کرتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ صرف یہی کہ جن کے متعلق سِکّھا کہا گیا ہے ان کے متعلق گورنمنٹ سمجھتی ہے کہ وہ اس معمولی سے لفظ پر کرپانیں باہر نکال لیں گے مگر احمدیوں کے متعلق اس کا یقین ہے کہ ان کا امام انہیں صبر کی تلقین کرے گا وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جائیں گے لیکن حکومت کے لئے مشکلات پیدا نہیں کریں گے۔

دوسری بات جس کو بدلنا ہمارے لیے ضروری ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت گرتے گرتے اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب جو بھی اُٹھتا ہے اُنہیں اپنے پیچھے لگا لیتا ہے۔ کوئی غریب مسلمانوں کا مال لوٹنے لگ جاتا ہے کوئی انہیں جوش دلا کر اُن کی جانیں ضائع کرا دیتا ہے اور کوئی ان کی عزت برباد کرا دیتا ہے۔ یہ حالت بھی ایسی ہے جو بدلنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اس میں رسول کریم ﷺ کی ہتک ہے۔ جب ان مسلمانوں کو دوسری قومیں دیکھتی ہیں تو وہ ان کی حالت سے اسلام کا اندازہ لگاتی ہیں۔ وہ صحابہؓ، وہ تابعین، وہ تبع تابعین جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی تعلیم پر عمل کر کے اس کے اعلیٰ نمونے دنیا کو دکھائے اب دنیا سے اُٹھ چکے ہیں۔ پھر اب وہ اخلاق کے نمونے جیسے حضرت علیؓ وغیرہ نے دکھائے تھے کون پیش کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت آتا ہے کہ اسلام کا ایک دشمن جو بہت بڑا طاقتور تھا یہودیوں کا بہت بڑا سپاہی تھا اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر چکا تھا حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آیا اور بڑی کوشش اور زور کے بعد آخر حضرت علیؓ نے اسے گرا لیا۔ جب آپؓ اُس کے سینہ پر چڑھ کر اُس کی گردن اُتارنے لگے تو اُس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا حضرت علیؓ فوراً اُسے چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ حیران ہؤا اور اُس نے کہا تم نے اتنا زور لگا کر مجھے گرایا تھا اب ایک دم کھڑے کیوں ہو گئے؟ آپ نے فرمایا میں جو تجھ سے لڑ رہا تھا تو صرف خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر لڑ رہا تھا مگر جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو میں نے کہا ایسا نہ ہو اب میرا تجھے قتل کرنا اپنے نفس کا بدلہ لینے کیلئے ہو پس میں علیحدہ ہو گیا تا خدا تعالیٰ کی خدمت اور اپنے نفس کے غصہ کو آپس میں ملا نہ دوں۔ یہ وہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق ہیں جو صحابہؓ نے دکھائے۔ اِسی کا یہ نتیجہ تھا کہ اگر معمولی سی بات پر بھی ان میں لڑائی ہو

جاتی تو ہر فریق دوسرے سے پہلے معافی لینے کیلئے بھاگتا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ایک دفعہ کسی بات میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ دوڑے دوڑے رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور جا کر کہا مجھ سے آج سخت غلطی ہوئی حضرت ابوبکر کی میں بے ادبی کر بیٹھا حضور! میرا قصور معاف کرا دیں۔ ادھر حضرت ابوبکرؓ جلدی جلدی رسول کریم ﷺ کے حضور پہنچے تا آپ انہیں حضرت عمر سے معافی دِلوا دیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں پہنچے تو حضرت عمرؓ اِس سے پہلے پہنچ چکے تھے اور واقعہ عرض کر چکے تھے۔ رسول کریم ﷺ کو اسے سن کر سخت تکلیف ہوئی کہ کیوں حضرت ابوبکرؓ سے وہ جھگڑے اور آپ نے ناراضگی سے کہنا شروع کیا کہ کیوں تم لوگ اُسے ستاتے ہو جو اُس وقت مجھ پر ایمان لایا جب دوسرے لوگ اسلام کو ردّ کر رہے تھے؟ جب رسول کریم ﷺ اس طرح اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرما رہے تھے حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں آ پہنچے اور بجائے اِس امر پر خوش ہونے کے فوراً دوزانو ہو کر بیٹھ گئے اور عاجزانہ طور پر عرض کرنے لگ گئے کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! عمر کا قصور نہیں، غلطی میری تھی۔ یہ وہ اخلاق ہیں جو رسول کریم ﷺ نے پیدا کئے اور یہ وہ اخلاق ہیں جو تو ارث کے طور پر مسلمانوں میں چلتے رہے یہاں تک کہ ان میں بداعمالیوں کی کثرت ہو گئی اور ہوتے ہوتے اسلامی اخلاق ان میں سے بالکل مٹ گئے۔ پہلے لوگوں کو تو ہم فخر کے ساتھ دوسری قوموں کے سامنے پیش کر سکتے اور ان سے کہہ سکتے تھے کہ یہ ہیں جو اسلامی اخلاق کا نمونہ ہیں۔ مگر کیا آج کے مسلمانوں کو بھی ہم دوسری قوموں کے سامنے پیش کر سکتے ہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ اُمت ہے جو رسول کریم ﷺ نے تیار کی؟ اگر نہیں تو اس لئے کہ ان کا رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب ہونا آپؐ کی ہتک ہے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کیا ہمارا فرض نہیں کہ اس ہتک کو دور کریں جو رسول کریم ﷺ کی دنیا میں ہو رہی ہے؟ اور کیا ہمارا فرض نہیں کہ اس دھبہ کو آپ پر سے ہٹائیں؟ پس جب تک مسلمانوں کی حالت کو اس رنگ میں نہ بدل دو کہ انہیں کھیل نہ بنایا جا سکے، نہ انہیں اسلام کی تعلیم سے پھرایا جا سکے، نہ انہیں بغاوت پر آمادہ کیا جا سکے، نہ آپس میں لڑوایا جا سکے، اور نہ اخلاق سے عاری اور بے بہرہ کر کے گندی گالیاں دینے پر آمادہ کیا جا سکے، اُس وقت تک تمہارا فرض ہے کہ مسلمانوں کی درستی کی کوشش کرتے چلے جاؤ اور دم نہ لو جب تک کہ ان کی اصلاح نہ ہو جائے۔ کس طرح ممکن ہے کہ رسول کریم ﷺ کی طرف منسوب ہونے والوں کی ایسی گندی حالت ہو اور ہم گھروں

میں چَین سے بیٹھے رہیں۔ آخر یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوتے ہیں آپ کی روح ان مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھ کر کس قدر بیتاب ہوتی ہوگی اور کس قدر رنج اور کرب محسوس کرتی ہوگی۔ اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک دفعہ الہام ہؤا۔

اے دل تُو نیز خاطر ایناں نگاہ دار

کآخر کنند دعوئ حُبِّ پیمبرم

یعنی اے دل! تُو ان لوگوں کے احساسات کا بھی خیال رکھا کر کیونکہ آخر یہ لوگ میرے نبی کی محبت کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔ یہ الہام ہے جس کے ماتحت غیر احمدیوں کے اخلاق کی درستی اور ان کے احساسات وجذبات کا خیال رکھنا بھی ہمارے لئے ضروری ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے پیدا کرنے والے خدا کی طرف سے ہم پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ ہم قرآن اور اسلام کو پھر مسلمانوں میں قائم کریں۔ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ کیا یہ فرض پورا ہوگیا؟ میں نے بتایا ہے کہ گالیاں ہمیں اُسی طرح مل رہی ہیں جس طرح پہلے ملا کرتی تھیں۔ سابقہ حالات کے عَود کرنے کے جو سامان ہیں وہ بھی اسی طرح قائم ہیں۔ مسلمانوں کی طبیعت پر مولوی غالب آئے ہوئے ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو اپنا ہتھیار بنایا ہؤا ہے۔ کبھی حکومت کے خلاف اُنہیں اُکسا دیتے ہیں، کبھی ہندوؤں کے خلاف اُکسا دیتے ہیں، کبھی سکھوں اور عیسائیوں کے خلاف اُکسا دیتے ہیں اور ایک غلط راستہ پر برابر چلے جا رہے ہیں۔ اب تیسرا فرض جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور جو سب سے مقدم ہے یعنی قرآن شریف اور اسلام کو نہ صرف دنیا میں قائم کرنا بلکہ مسلمانوں کے دلوں میں اِس کی عظمت بٹھانا، یہ فرض بھی ابھی ادا نہیں ہؤا اس ایک سال کے عرصہ میں بے شک ہماری جماعت نے قربانیاں کیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا ان قربانیوں میں اتنی معتد بہ زیادتی ہوچکی ہے کہ ان کی وجہ سے دنیا کی توجہ کو ہم نے اپنی طرف کھینچ لیا؟ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں آدمی ہر سال ہمارے سلسلہ میں داخل ہوتا ہے مگر آٹھ کروڑ کے مقابلہ میں ہزاروں آدمی حیثیت ہی کیا رکھتے ہیں۔ اور چالیس کروڑ دنیا کے مسلمانوں کے مقابلہ میں تو چند ہزار کی حیثیت ہی کوئی نہیں۔ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ ہماری جماعت میں ہر سال دس ہزار آدمی داخل ہوتے ہیں تو ایک سَو سال میں ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ بنتی ہے اور ایک ہزار سال میں ایک کروڑ بنتی ہے۔ مگر کیا اس

رنگ میں کام کرنے سے آج تک کسی جماعت کو بھی کامیابی ہوئی ہے؟ کیا کوئی قوم بھی ایسی ہے جو ہزار سال تک زندہ رہی ہو؟ رسول کریم ﷺ کو دیکھ لو۔ آپ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میرے بعد تین سَو سال تک روحانیت کا دَور رہے گا پھر شیطان دنیا پر غالب آ جائے گا۔ [8] اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تین سَو سال تک روحانیت کا دَور رہا تو رسول کریم ﷺ کی بعثت ثانیہ کی روحانیت کا دَور بھی زیادہ سے زیادہ تین سَو سال ہوسکتا ہے۔ مگر ہماری ترقی کی موجودہ حالت یہ ہے کہ ایک ہزار سال میں ایک کروڑ آدمی سلسلہ میں داخل ہونے کی امید ہوسکتی ہے۔ اور اگر روحانی معلّمین کی موجودگی میں اِس قدر کم لوگ سلسلہ میں داخل ہوں تو بعد میں کس طرح زیادہ لوگوں کے داخل ہونے کی امید ہوسکتی ہے۔ اور اگر فرض بھی کرو کہ تین سَو سال کے روحانی زمانہ کے بعد اسلام پھیلا تو پھر کیا پھیلا۔ خالی تعداد کا بڑھا لینا کوئی چیز نہیں تبدیلیٔ قلوب کے لئے ضرورت ہوتی ہے روحانی معلّمین کی۔ اور اِس کے لئے ضرورت ہے کہ اسی تین سَو سال کے عرصہ میں احمدیت پھیلے جب روحانی معلّم دنیا میں موجود ہوں پس قریب سے قریب تر زمانہ میں احمدیت کی اشاعت کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔

انسان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے ایک کام کے لئے جتنا وقت وہ دیتا ہے اس میں وہ کام نہیں ہورہا تو اس کام کے لئے زیادہ وقت دے دیتا ہے۔ ڈاکٹر بھی جب دیکھتے ہیں کہ دوا کی ایک خوراک کا مریض پر اثر نہیں ہؤا تو وہ دوا کی مقدار کو بڑھا دیتے ہیں۔ اسی طرح جب گزشتہ سال تم نے قربانیاں کیں اور تم نے دیکھا کہ ابھی ان کا کوئی شاندار نتیجہ نہیں نکلا اور نہ لوگوں کے قلوب میں بہت بڑا تغیر ہؤا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ تم پہلے سے بھی زیادہ قربانیاں کرو۔ اور اگر تم پچھلے سال سے زیادہ قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں تو تم اپنے عمل سے یہ ثابت کرتے ہو کہ تم کسی بڑے انعام کے مستحق نہیں۔ ابھی تک صرف چند غیر ممالک میں مبلّغ بھیجے جاسکے ہیں۔ سٹریٹس سیٹلمنٹ میں مبلّغ بھجوائے گئے ہیں، جاپان میں ایک مبلّغ بھجوایا گیا ہے، چین میں بھجوایا گیا ہے بلکہ چین میں تھوڑے دن ہوئے ایک اور مبلّغ بھی روانہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح پانچ سات اور مبلّغ غیر ممالک میں جانے والے ہیں پھر بھی ان مبلّغین سے سلسلہ کا پیغام کہاں دنیا کے کناروں تک پہنچ سکتا ہے سینکڑوں ممالک ابھی باقی ہیں جن میں ہم نے تبلیغ کرنی ہے پس ہمارا کم سے کم فرض یہ ہے کہ ہم ہر ملک میں احمدیہ جماعت ایسے وقت میں

قائم کر دیں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ زندہ ہیں۔ تا وہ یہ کہہ سکیں کہ گو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں دیکھا مگر ان کے دیکھنے والوں کو تو دیکھ لیا۔ ایک سوجاکھے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آنکھیں کتنی قیمتی چیز ہیں۔ تم ایک اندھے سے پوچھو کہ آنکھوں کی کیا قدر ہوتی ہے۔ اسی طرح تم اس امر کو نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کتنی قیمتی چیز ہے۔ نہ تم ان لوگوں کے درد کی کیفیت کا اندازہ لگا سکتے ہو جو بعد میں آئیں گے جنہوں نے یہ زمانہ نہیں دیکھا ہوگا۔ اور وہ کہیں گے کاش! ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہوتا۔ کاش! ہم نے آپ کے دیکھنے والوں کو ہی دیکھا ہوتا۔ اِس وقت لاکھوں نہیں کروڑوں روحیں ہیں جو پیاسی تڑپ رہی ہیں وہ آسمان کی طرف حسرت اور لجاجت سے اپنی آنکھیں اُٹھائے ہوئے کہہ رہی ہیں کہ اے خدا! ہم نے سنا ہے تیری طرف سے ایک آواز بلند ہوئی مگر وہ آواز پہنچانے والا کوئی نہیں ملا اے خدا! ہم نے سنا ہے کہ تیری طرف سے محبت کا ایک ہاتھ بڑھایا گیا۔ مگر اُس نے ہمارے جسموں کو ابھی تک نہیں چھوا۔ پس رحم کرو اُن لاکھوں اور کروڑوں تڑپتی ہوئی روحوں پر جو دنیا کے کناروں میں آباد ہیں۔ اور رحم کرو اُن روحوں پر جو صداقت کیلئے بے قرار ہو ہو کر آسمان کی طرف اپنا منہ بلند کر رہی ہیں۔ تم اُٹھو اور انہیں آستانۂ الوہیت پر جھکاؤ۔ پس تیار ہو جاؤ اِس بات کے لئے کہ تمہاری قربانیاں گزشتہ سال سے کم نہ ہوں بلکہ زیادہ ہوں۔

میں نے تحریک جدید کے ماتحت جو سکیم بیان کی ہوئی ہے اس پر عمل کرو۔ مجھے یقین ہے کہ اگر اس سکیم پر صحیح طور پر عمل کیا جائے تو دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے پس اس سکیم کو یاد کرو اس کے مضامین کو اپنے ذہنوں میں جماؤ اور لوگوں کو اِس سے واقف و آگاہ کرو۔ بہت سے اَن پڑھ ہوتے ہیں جنہیں اس سکیم کے مضامین سے آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے پھر بہت سے غافل ہوتے ہیں انہیں جگانا اور ہوشیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے پس تم وہ سکیم ذہن نشین کرو اور اپنے محلّہ والوں کے ذہن نشین کراؤ، اپنے دوستوں کے ذہن نشین کرو، اَن پڑھوں کے ذہن نشین کرو، اور ذہن نشین کرو سستوں کے، اس کے لئے مَیں یکم دسمبر کی تاریخ مقرر کرتا ہوں اُس دن اتوار ہے اور سرکاری ملازمین کو بھی چھٹی ہوگی۔ پس یکم دسمبر کو ہر جگہ کی جماعتیں تحریک جدید کے متعلق جلسے منعقد کریں اور اس میں میرے ان پُرانے خطبات کے مطالب سے جو میں تحریک جدید کے متعلق دے چکا ہوں ان نئے خطبات کے مطالب کے

ساتھ ملا کر جو اِس وقت دے رہا ہوں تمام افراد کو آگاہ کیا جائے۔ پس تمام جماعتوں کو چاہئے کہ وہ یکم دسمبر کو اپنی اپنی جماعتوں میں جلسے کریں اور سادہ زندگی، خوراک، لباس اور دوسرے امور کے متعلق جماعت سے عہد لیں گو جماعت ایک دفعہ پہلے بھی یہ عہد کر چکی ہے کہ وہ اس سکیم کو کامیاب بنائے گی۔ مگر ضروری ہے کہ اُس دن پھر اِس عہد کی تجدید کرائی جائے اور ان سے اقرار لیا جائے کہ وہ اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے اور سلسلہ کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ اسی طرح میں جو چندہ کی تحریک کروں اس کے متعلق بھی یکم دسمبر تک جن دوستوں کے نام نہ پہنچیں اُن سے وعدے لئے جائیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ جو لوگ اس خیال میں رہیں گے کہ احمدیت ایک معمولی چیز ہے اور وہ سلسلہ کے لئے مالی اور جانی قربانیاں نہیں کریں گے خدا انہیں ہلائے گا اور اس زور سے ہلائے گا کہ ان کی زیست کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔

پس ہوشیار ہو جاؤ اور بیدار ہو جاؤ اور سمجھ جاؤ کہ احمدیت میں داخل ہونا ایک فوج میں داخل ہونے کے مترادف ہے جس میں داخل ہوتے ہی یہ عہد لیا جاتا ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کے راستہ میں سر کٹانا پڑے گا۔ جو شخص اس حقیقت کو نہیں سمجھتا وہ اندھا ہے۔ وہ اپنی قبر آپ کھودتا ہے اور اِس قابل ہے کہ دنیا سے مٹا دیا جائے یاد رکھو عام لوگ جب قتل بھی کر دیتے ہیں تو فیصلہ کرتے وقت جج اِس امر کو دیکھا کرتے ہیں کہ اس نے قتل کن حالات میں کیا؟ آیا اسے اشتعال دلایا گیا تھا یا نہیں؟ اور کیا یہ مجنون تو نہیں؟ پھر اگر انہیں کوئی وجہ نظر آئے تو قاتل کو معاف کر دیتے یا اس کی سزا میں کمی کر دیتے ہیں لیکن فوج میں معمولی سے معمولی جُرم کی سزا بھی قتل ہوتی ہے۔ سپاہی جب میدانِ جنگ سے شکست کھا کر واپس بھاگتے ہیں تو کئی حکومتیں توپ خانوں کا منہ ان کی طرف کر دیتیں اور انہیں گولیوں سے ہلاک کر دیتی ہیں۔ سینکڑوں سپاہیوں نے مجھ سے بیان کیا کہ کئی موقعوں پر اُن کے ملکی توپ خانوں نے اُن پر گولہ باری کی۔ حکومتیں عام طور پر ان باتوں کو تسلیم نہیں کیا کرتیں لیکن عملی رنگ میں ایسا ہی کیا جاتا ہے اور اُن غداروں کو جو میدانِ جنگ سے پیٹھ موڑتے ہیں گولی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ تم بھی اِس وقت ایک روحانی جنگ میں شامل ہو۔ تم میں سے بھی جو شخص اس میدان سے اپنی پیٹھ موڑے گا، وہ اِس سلوک کا مستحق نہیں ہوگا جو عام لوگوں سے کیا جاتا ہے بلکہ فوجی نظام کی مانند ایک ہی چیز اس کا علاج ہوگی کہ خدا کی گولی لگے اور اسے فنا کر دے۔ پس عہد مصمّم کر لو کہ تم خدا تعالیٰ کے سپاہیوں میں

اپنا نام لکھا کر، خدا کے لئے اپنی جان، اپنے مال، اپنے وطن، اپنی عزت، اپنے رشتہ دار اور اپنی عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنے کیلئے تیار رہو گے۔ دشمن کی گولیوں سے مرجانا ہزار درجے بہتر ہے بہ نسبت اِس کے کہ ایک شخص خدا کی گولی سے مرے۔ دشمن کے ہاتھوں سے جب کسی انسان کو موت آتی ہے تو وہ اُسے ترقی کے بلند ترین مقامات پر پہنچاتی ہے لیکن جب میدان سے پیچھے قدم ہٹا لینے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے ہاتھ اُسے قتل کرتے ہیں تو یہ موت اُسے ابدی لعنت کا مستحق بنا دیتی ہے پس دشمن کے ہاتھ سے موت ایک برکت ہے جس کی جستجو تمہارے دلوں میں ہر وقت ہونی چاہئے اور خدا کے غضبناک ہاتھ سے موت ایک لعنت ہے جس سے تمہیں ہر وقت بچنا چاہئے۔

(الفضل ۱۳؍نومبر ۱۹۳۵ء)

---

۱ التوبہ: ۳۸ تا ۴۲

۲ بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب و كتابة الشروط

۳ یہ شخص مطعم بن عدی تھا۔ بخاری کتاب المغازی باب شهود الملائكة بدرًا

۴ بخاری کتاب المغازی باب قول اللّٰه تعالیٰ و یوم حنین ......

۵ تذکرہ صفحہ ۵۳۸۔ ایڈیشن چہارم

۶ تذکرہ صفحہ ۵۰۔ ایڈیشن چہارم

۷ مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضائل حسان بن ثابت رضی اللّٰه عنه

۸ مسلم کتاب فضائل الصحابة باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم